70

ماہنامہ

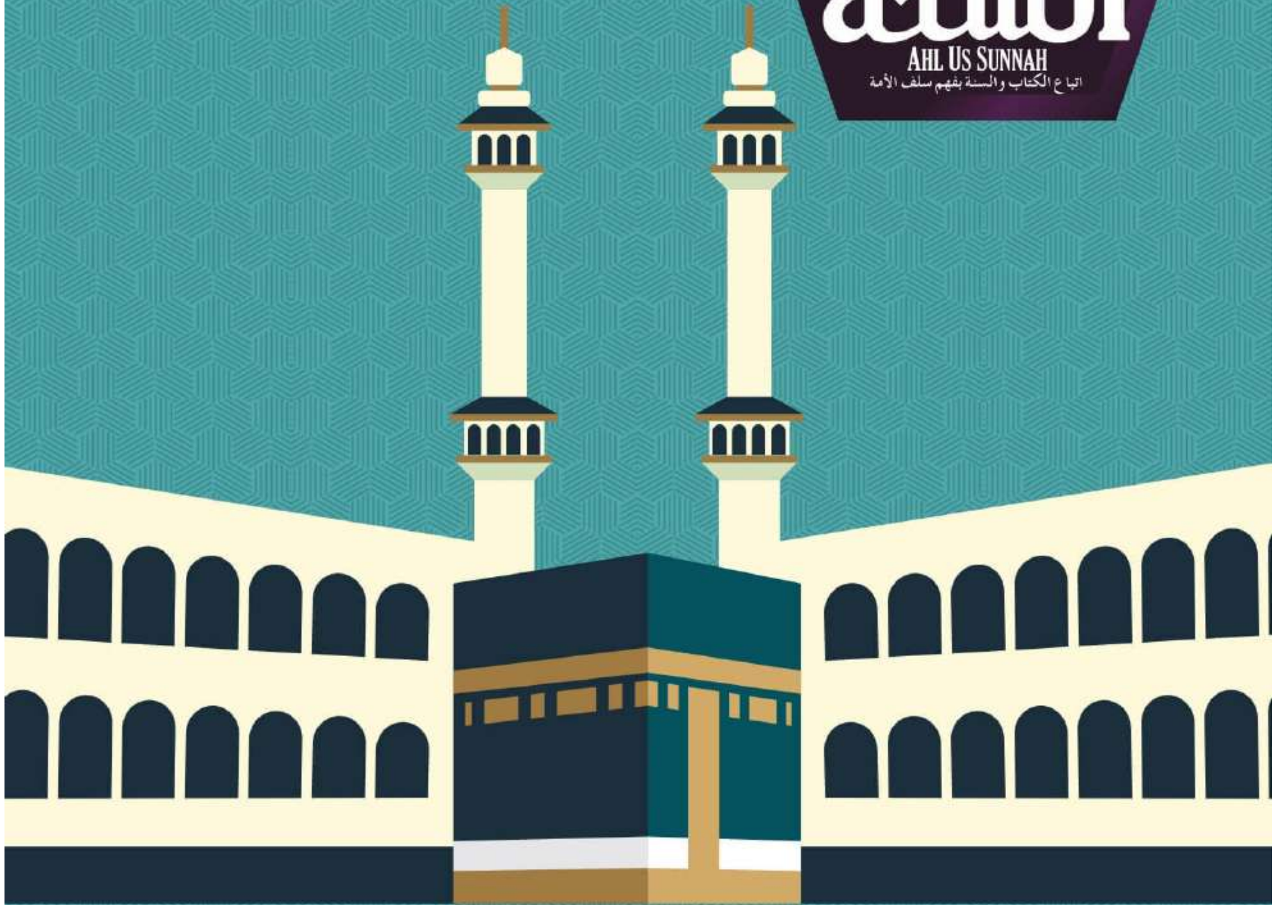
جلد ۲ شمارہ ۷۰

September 2017

اہل السنۃ

AHL US SUNNAH

اتباع الکتاب والسنة بفهم سلف الأمة



حج اور اتباع سنت

تین طلاق: اور چودہ سو سال قبل نبوی عدالت کا فیصلہ

چار دن تک قربانی سے متعلق صحیح ابن حبان کی حدیث

دنیا کی چار بیش بہا نعمتیں

عیدین کی شب خصوصی عبادت سے متعلق جملہ روایات کا تحقیقی جائزہ

کیا یوم عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے؟

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی ✹ مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی



ایک مجلس کی تین طلاقیں

عن ابن عباس ، قال : طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد ، فحزن عليها حزنا شديدا ، قال : فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم : « كيف طلقتها » ؟ قال : طلقتها ثلاثا ، قال : فقال : « في مجلس واحد » ؟ قال : نعم قال : « فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت » قال : فرجعها فكان ابن عباس : يرى أنما الطلاق عند كل طهر .

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر اس پر انہیں شدید رنج لاحق ہوا، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "تم نے کیسے طلاق دی؟" انہوں نے کہا: میں نے تین طلاق دے دی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے پوچھا: "کیا ایک ہی مجلس میں؟" انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر یہ ایک ہی طلاق ہے تم چاہو تو اپنی بیوی کو واپس لے لو"، چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو واپس لے لیا۔ اس حدیث کی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ فتوی دیتے کہ طلاق الگ الگ طہر میں ہی معتبر ہوگی

[مسند أحمد ط الميمنية: 1/ 265 رقم 2387 وإسناده صحيح ، ومن طريق أحمد أخرجه الضياء المقدسي في "المختارة" (11/363) والذهبي في "تاريخ الإسلام" (8/410 ، ت تدمري) .وأخرجه أيضا البيهقي في "السنن الكبرى" (7/ 339، ط الهند) من طريق عبد الله بن سعد عن أبيه عن عمه إبراهيم بن سعد .وأخرجه أيضا أبويعلى في "مسنده" (4/379) من طريق يونس بن بكير ، وأبو نعيم في "معرفة الصحابة" (2/1113) من طريق يزيد بن هارون كلهم (إبراهيم بن سعد ويونس بن بكير ويزيد بن هارون) عن ابن إسحاق به]

یہ حدیث بلاتردد بالکل صحیح اور بے داغ ہے اسے درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

1 امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (م 241) [مسائل أحمد رواية أبي داود - ت طارق ص: 236، مجموع الفتاوى: 33/73، 86]

2 امام أبویعلی رحمہ اللہ (م 307) [فتح الباري 9/362]،

3 أبوالحسن علي بن عبداللہ اللخمي (م 570) [الوثائق كما في إغاثة اللهفان 1/326]

4 امام ضیاء الدین المقدسي رحمہ اللہ (م 643) [المختارة: 11/363]،

5 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م 728) [مجموع الفتاوى 33/67]،

6 امام ابن قیم رحمہ اللہ (م 751) [إغاثة اللهفان 1/287]،

7 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م 852) [فتح الباري 9/362 سكت عليه وأقر تصحيح أبي يعلي]

8 علامہ أحمد شاکر (م 1377) [مسند أحمد ت شاكر 3/91 تحت الرقم 2387]

9 علامہ معلمی رحمہ اللہ (م 1386) [آثار الشيخ المعلمي 17/604، اشار إلي صحته]

10 علامہ البانی رحمہ اللہ (م 1420) [إرواء الغليل 7/145]

AHL US SUNNAH Volume No.6, Issue No.70, September 2017

جلد: ٦ | فی شمارہ Rs. 30/-
شمارہ: ٧٠ | سالانہ Rs. 300/-

ستمبر ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

اہل السنۃ
ممبئی

میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر: 8291063765

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400058 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnaa@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۲۰

اہل السنۃ

اداریہ

حج اور اتباع سنت

عبدالشکور عبدالحق مدنی

حج اللہ رب العزت کی طرف سے اپنے بندوں پر عائد کردہ فریضہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (آل عمران:۹۷) ترجمہ: ''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے خانۂ کعبہ کی زیارت لازم ہے اس پر جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور جو ناشکری کرے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے''۔

اور وہ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ''۔ (صحيح البخاري:۸، و صحيح مسلم:۱۹) ترجمہ: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ زبان سے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خانۂ کعبہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا''۔

حج کی فضیلت واہمیت کی بابت متعدد احادیث وارد ہیں مشتے نمونہ از خروارے چند ایک پیش خدمت ہیں۔ اپنے ایک فرمان میں ساقی کوثر نے حج کو ایمان اور جہاد کے بعد افضل ترین عمل قرار دیا ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا افضل ترین عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا۔ کہا گیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں مقبول حج۔ (صحيح البخاري:۲۶، و صحيح مسلم:۸۳)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کو تمام گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن وہ پیدا ہوا تھا۔ (صحيح البخاري: ۱۵۲۱، و صحيح مسلم: ۱۳۵۰) اپنے ایک اور فرمان میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج مبرور کا بدلہ جنت قرار دیا ہے۔ فرمایا: ''ایک عمرہ سے دوسرا عمرہ کفارہ ہو جاتا ہے بیچ کے گناہوں کا اور حجِ مقبول کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے''۔ (صحيح البخاري:۱۷۷۳)

یہ چند تمہیدی باتیں کرنے کے بعد مضمون کے اصل نقطہ کی طرف آتے ہیں جس کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو عبادتوں کی جتنی بھی سوغات دیں ہیں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عملی جامہ پہنایا ہے ان پر گفتگو کے ان گنت پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں پنہاں حکمتوں کا بیان ہوتا ہے جن تک انسانی دماغ رسائی حاصل کر پاتا ہے۔ ان عبادتوں سے کشید کئے جاسکنے والے دروس واسباق پر گفتگو ہوتی ہے۔ ان عبادتوں سے ہونے والے فوائد ومنافع پر خامہ فرسائی کی جاتی ہے۔

حج بھی ان سے مستثنیٰ نہیں ہے حج کی حکمتوں، اس سے حاصل ہونے والے دروس وفوائد پر سیر حاصل گفتگو ہوتی ہے۔ اور اس سے اسلامی اتحاد، آخرت کی یاد اور رنگ، نسل وزبان کی بندشوں کو توڑ کر ہونے والے مساوات کے جو پہلو ہیں وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

حج اپنے دامن میں جہاں بہت سارے موتی سمیٹے ہوئے ہے ان میں ایک موتی اتباع سنت کا بھی ہے۔ اس عبادت کے مختلف پڑاؤ میں اتباع سنت کی مختلف جھلکیاں نظر نواز ہوتی ہیں

اور کسی عبادت کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی دو شرطیں ہیں اخلاص یعنی وہ عمل صرف اللہ رب العزت کی رضاجوئی کے لئے کیا جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ عمل سنتِ رسول کے عین مطابق کیا جائے اور اس دوسری شرط کی حج میں نمودار اتباع سنت کے نصوص ومظاہر پوری وضاحت سے کرتے ہیں۔

ہر عبادت عین سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا ہو نبی محترم نے اس فکروسوچ کو جابجا واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ نماز کی بابت فرمایا: ''وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي''۔ (صحيح البخاري: ٦٣١) ترجمہ: ''اور نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''۔

اور اتباع سنت کی اسی روح کو بیدار رکھنے کے لئے نبی رحمت ﷺ نے حج کے عظیم الشان موقع پر بھی اپنی امت کو اس کا درس دیا تا کہ امت کی نگاہوں سے دینی امور میں کبھی بھی یہ سوچ اور اصول اوجھل نہ ہونے پائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هٰذِه''۔ (صحيح مسلم: ١٢٩٧) ترجمہ: ''تم مجھ سے اپنے حج کے اعمال سیکھ لو کیوں کہ مجھے نہیں پتہ شاید میں اپنے اس حج کے بعد کوئی حج نہ کرسکوں۔

اور اتباع سنت کے اس جذبہ اور روح کو صحابۂ کرام نے نہ صرف اپنی زندگی میں بیدار رکھا اسے حرز جان بنایا بلکہ اس روح اس طرز عمل کو آئندہ نسلوں تک بھی منتقل کیا تا کہ یہ امت اور اسکی تمام نسلیں اتباع سنت کے اس درس کو اپنی زندگی میں ہمیشہ زندہ وجاوید رکھیں۔

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے ایک پڑاؤ پر ایک خلاف سنت بات دیکھی تو چپ نہ رہ سکے۔ ملاحظہ فرمائیں: حفص بن عاصم نے کہا کہ میں مکہ کی راہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو انہوں نے ہم کو ظہر کی دو رکعت پڑھائیں پھر آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ یہاں تک کہ اپنے اترنے کی جگہ پہنچے اور بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے تو ان کی نگاہ اس طرف پڑی جہاں نماز پڑھی تھی تو کچھ لوگوں کو کھڑے دیکھا، پوچھا: یہ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا: سنتیں پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: مجھے سنت پڑھنی ہوتی تو میں نماز ہی پوری پڑھتا (یعنی فرض پورا کرتا)، اے میرے بھتیجے! میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا تو آپ ﷺ نے دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو انہوں نے دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دی۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کو بھی وفات دی۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا تو انہوں نے بھی دو سے زیادہ نہ پڑھیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کو بھی وفات دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔ (الأحزاب: ٢١، صحيح مسلم: ٦٨٩)

آج اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد نے تبرک وتقدس کے نام پر شجر وحجر جالیوں اور در ودیوار کو بوسہ گاہ بنا دیا ہے اور ان سے نفع وضرر کی امیدیں بھی وابستہ رکھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل واقعات ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان غلط عقیدتوں اور رویوں کی جڑ کیسے کاٹی ہے اور اتباع سنت کی مشعل کو کس طرح روشن وتاباں کیا ہے۔

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ: عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا ''میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو میں بھی کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔'' (صحيح البخاري: ١٥٩٧، وصحيح مسلم: ١٢٧٠)

ایک دوسرے واقعہ میں بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اتباع سنت کو واضح فرمایا ہے اور یہ بھی کہ اگر رسول اکرم ﷺ نے کسی عبادت کو انجام دیتے ہوئے کوئی مخصوص عمل نہیں کیا تو اسکا نہ کرنا ہی سنت نبوی کی اتباع اور حبیب رب دوعالم سے محبت کا تقاضہ ہے۔ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کررہا تھا جب ہم کعبہ کے اس کونے پر پہنچے جو کعبہ کے دروازے کے بعد ہے اور حجر (حطیم) سے قریب ہے میں نے انکا ہاتھ پکڑا تا کہ آپ اس کونے کو مس کریں تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ طواف نہیں

کیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں ،کیا ہے۔تو فرمایا کیا تم نے اللہ کے رسول ﷺ کو اسے چھوتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔تو فرمایا تو پھر یہاں سے ہٹو کیوں کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ونمونہ ہے۔(مسند أحمد:٢٥٣،و قال محققو ہ: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم. و السنن الكبرى للبیهقي (١٢٥/٥، رقم: ٩٢٤٢)

اور اتباع سنت کا یہ جذبہ اور اس سے وارفتگی اور اسکی مخالفت سے ناگواری صحابۂ کرام کے رگ و پے میں یوں پیوست تھی کہ وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی نرمی ،مداہنت یا درگذر کو روا نہیں رکھتے تھے بلکہ برمحل ہی سنت کی مخالفت پر تنبیہ کر دیتے تھے۔چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خانۂ کعبہ کا طواف کررہے تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کعبہ کے تمام کونوں کو چھونے لگے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا آپ (شمال کے) دونوں کونوں کو کیوں مس کررہے ہیں؟ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ ان دونوں کونوں کو نہیں چھوتے تھے۔تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خانۂ کعبہ کا کوئی گوشہ چھوڑا نہیں جائے گا (یعنی قیاس یہ کہتا ہے کہ پورا کعبہ قابل احترام ہے اس لئے پورے کعبہ کو مس کیا جائے گا) تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة'' تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ونمونہ ہے۔تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے سچ کہا۔(مسند أحمد: ٣٦٩/٣، رقم: ١٨٧٧، قال محققوه: حسن لغيره)

تمام مسلمانوں اور خاص طور پر حاجی صاحبان کو حج سے جہاں بہت سے دروس وفوائد کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے وہیں حج اور اس کے مختلف اعمال کے درمیان رسول اکرم ﷺ اور آپکے صحابۂ کرام نے اتباع سنت کی جو تعلیم اپنے قول وعمل سے دی ہے اسے دل ودماغ میں رچانے بسانے اور اسی کے پیمانے پر اپنی زندگی کو ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم دنیا میں بھی سرخرو ہوں اور آخرت میں بھی کامیابی ہمارے قدم بوس ہو۔

خلفائے راشدین کی سنت کامفہوم:

عَنِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا العُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا القُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَالِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"۔(سنن الترمذي: ٢٦٧٦، و قال: هذا حديث حسن صحيح و صححه الالباني)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز فجر کے بعد ایک مؤثر نصیحت فرمائی جس سے لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں اور دل لرز گئے، ایک شخص نے کہا: یہ نصیحت ایسی ہے جیسی نصیحت دنیا سے (آخری بار) رخصت ہوکر جانے والے کیا کرتے ہیں، تو اللہ کے رسول! آپ ہمیں کس بات کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں تم لوگوں کو اللہ سے ڈرتے رہنے، امیر کی بات سننے اور اسے ماننے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ تمہارا حاکم اور امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے آئندہ جو زندہ رہے گا وہ (امت کے اندر) بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو تم (باقی رہنے والوں) کو میری وصیت ہے کہ نئے نئے فتنوں اور نئی نئی بدعتوں میں نہ پڑنا، کیونکہ یہ سب گمراہی ہیں۔چنانچہ تم میں سے جو شخص ان حالات کو پالے تو اسے چاہئے کہ وہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم اور جمارہے اور میری اس نصیحت کو اپنے دانتوں کے ذریعے مضبوطی سے دبالے"۔(اوراس پرعمل پیرا رہے)

قال الملا علی القاری الحنفی المتوفی: (١٠١٤ھ):
(وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ): فَإِنَّهُمْ لَمْ يَعْمَلُوا إِلَّا بِسُنَّتِي، فَالْإِضَافَةُ إِلَيْهِمْ إِمَّا لِعَمَلِهِمْ بِهَا أَوْ لِاسْتِنْبَاطِهِمْ وَاخْتِيَارِهِمْ إِيَّاهَا (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ط: دار الفكر، بيروت-لبنان: ٢٥٢/١)

(سنۃ الخلفاء الراشدین) کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی-رحمہ اللہ- فرماتے ہیں: (کہ خلفائے راشدین کے طریقے کی پیروی کرو) کیوں کہ انہوں نے میری سنت ہی پر عمل کیا ہے تو سنت کی اضافت خلفائے راشدین کی طرف صرف اس لئے کردی گئی ہے کیوں کہ یا تو انہوں نے اس سنت رسول پر عمل کیا ہے یا اسے ظاہر کیا اور اسے اختیار کیا ہے۔

عقیدہ و منہج

اسماءِ الٰھی کی تعداد

اشفاق احمد سنابلی (استاد المؤمن اسکول، ممبئی)

اسماء الٰھی کی تعداد اور اس سلسلے میں لوگوں کے نظریات:

اسماء وصفات الٰہی کے چند بنیادی ضابطے پیش کرنے کے بعد اسماء الٰہی کی تعداد کے سلسلے میں یہ مضمون اس اعتبار سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ باری تعالیٰ کے ناموں کو شمار کرنے پر جو فضائل وارد ہیں ان کے پیش نظر ایک مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ اللہ عز وجل کے ناموں کا احصاء کرے اور اپنا نام اہل جنت میں درج کروالے۔ چنانچہ اسماء الٰہی کی تعداد، احصاء کا مفہوم اور اس سلسلے میں لوگوں کے نظریات پیش خدمت ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے صرف ننانوے نام ہیں اس سے زیادہ نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔(صحیح البخاری:۲۷۳۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سو میں ایک کم جس نے ان کو شمار کیا جنت میں داخل ہوگا۔

حافظ ابن حزمؒ کہتے ہیں:"إن له عز وجل تسعة وتسعين اسما مائة غير واحد وهي أسماءه الحسني ,من زاد شيئا من عند نفسه فقد ألحد في اسمائه وهي الأسماء المذكورة في القرآن والسنة" وساق باسناده الحديث ثم قال :"وقد صح أنها تسعة وتسعون اسما فقط ولا يحل لأحد أن يجيز أن يكون له اسم زائد لأ نها عليه السلام قال "مائة غير واحد"فَلَوْ جَازَ أَنْ يَكُونَ لَهُ تَعَالَى اسْمٌ زَائِدٌ لَكَانَتْ مِائَةَ اسْمٍ، ولو كان هذا لكان قوله عليه السلام" مائة غير واحد" كذبا ومن أجاز هذا فهو كافر"۔(المحلی لابن حزم:۱/۳۰)

یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ننانوے نام ہی ہیں، سو میں ایک کم اور یہ تمام کے تمام اسماء حسنی ہیں جس نے اس میں اپنی طرف سے ایک بھی زیادہ کیا تو اس نے اسماء باری تعالیٰ میں الحاد کیا اور یہ تمام اسماء حسنی قرآن وسنت میں مذکور ہیں۔اس کے بعد اوپر مذکور حدیث ذکر کرکے مزید لکھتے ہیں۔ تحقیق کہ یہی مسئلہ درست ہے کہ باری تعالیٰ کے صرف ناوے نام ہیں کسی کے لئے جائز اور درست نہیں کہ وہ باری تعالیٰ کے لئے کسی زائد نام کا ہونا جائز سمجھے کیونکہ رسول ﷺ نے کہا ہے "سو میں ایک کم" اگر ننانوے ناموں سے زائد نام ہوگا تو گویا اللہ تعالیٰ کے سو نام ہوں گے اور رسول ﷺ کی یہ بات" سو میں ایک کم" جھوٹی ثابت ہوگی۔اور جو رسول کی بات کو جھوٹا سمجھے وہ کافر ہے۔

جمہور اہل علم کا عقیدہ یہ ہے کہ اسماء الٰہی صرف ننانوے کی گنتی میں محصور نہیں بلکہ اسماء کا شمار اور حصر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ان کی دلیل درج ذیل مسند احمد کی روایت ہے جس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَا قَالَ عَبْدٌ قَطُّ إِذَا أَصَابَهُ هَمٌّ وَحَزَنٌ: اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، وَابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي،

وَ ذَهَابَ هَمِّي، إِلَّا أَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ هَمَّهُ، وَ أَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحًا"۔ (مسند أحمد:۱/۳۹۱ ضعفه محققوا المسند وصححه الالباني)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب کسی بندے کو رنج وغم لاحق ہوتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے: اے اللہ میں تیرا بندہ اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے سلسلے میں تیرا حکم نافذ اور تیرا فیصلہ مبنی بر عدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کا واسطہ دیکر جس سے تونے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے چاہے اس نام کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اس کو علم غیب میں اپنے ساتھ خاص کیا ہے، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ قرآن کو میرے دل کا بہار اور سینے کا نور اور رنج وغم کو ختم کرنے کا ذریعہ بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے رنج وغم کو ختم کردیتے ہیں اور غم کو خوشی سے بدل دیتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود کی مذکورہ حدیث سے تین اہم ضابطے واضح ہوتے ہیں

اول: اللہ کے کچھ اسماء کتاب اللہ میں وارد ہوئے ہیں، لہٰذا عالم قرآن اور قرآنی آیات کا دراسہ کرنے والا ان اسماء سے مطلع ہوگا۔

دوم: باری تعالیٰ کے کچھ ایسے اسماء بھی ہیں جس کو اس نے اپنی بعض مخلوق کو ہی سکھلایا ہے عین ممکن ہے کچھ اسماء ملائکہ کے علم میں ہوں اور ہمیں ان کا علم نہ ہو۔

سوم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کچھ ایسے اسماء بھی ہیں جن کو باری تعالیٰ نے علم غیب میں اپنے ساتھ خاص رکھا ہے اس کا علم نہ تو کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

لہٰذا جمہور اہل علم کا نظریہ یہ ہے کہ اسماء الٰہی ننانوے سے زیادہ ہیں ان کا احصاء ممکن نہیں کیونکہ بعض اسماء اللہ نے علم غیب میں خاص کیا ہے اور بعض اسماء اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو بتلایا ہے جسے قرآن میں بھی نازل نہیں کیا لہٰذا ان کا احصاء کرنا اور انہیں ننانوے میں محصور کرنا درست نہیں۔

بقول ابن القیم: "أن الأسماء الحسنى لا تدخل تحت حصر ولا تحد بعدد فإن لله تعالى أسماء وصفات استأثر بها في علم الغيب عنده لا يعلمها ملك مقرب ولا نبي مرسل"۔ (بدائع الفوائد:۱/۱۶۶)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسماء حسنیٰ محصور اور کسی عدد میں محدود نہیں کیونکہ سبحانہ وتعالیٰ کے ایسے اسماء وصفات ہیں جس کو اس نے علم غیب میں خاص کر رکھا ہے جسے نہ تو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی نبی مرسل۔

قائلین حصر کی دلیل اور اس کا جواب:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الجَنَّةَ۔ (صحيح البخاري:۲۷۳۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ننانوے نام ہیں سو میں ایک کم جس نے ان کو شمار کیا جنت میں داخل ہوگا۔

علماء نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ "تِسْعَةً وَتِسْعِينَ" کے ذریعہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسماء الٰہی کو محصور نہیں کیا ہے بلکہ حدیث کا مدلول یہ ہے کہ یہ اللہ کے اسماء ہیں، صرف اتنے ہی نہیں ہیں۔ جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی ان اسماء الٰہی کے شمار کرنے سے جنت میں داخلہ کی خبر دینا مقصود ہے نہ کہ یہ بتلانا کہ اسماء اتنے ہی تعداد میں محصور ہیں۔ (فتح الباری:۱۱/۲۲۰)

لہٰذا حدیث کا معنی یہ ہوگا "ان من اسماء الله تسعة وتسعين اختصت بان من احصاها دخل الجنة"۔ (مذكرة على العقيدة الواسطية لفضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين)

اللہ کے اسماء میں سے ۹۹ کی خصوصیت یہ ہے کہ جو ان کو شمار کرے گا جنت میں داخل ہوگا لہٰذا یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اس کے ان ۹۹ ناموں کے علاوہ اور نام ہیں اس کو یوں سمجھنا چاہیئے جیسے کوئی یہ کہے میرے پاس پچاس گھوڑے ہیں جن کو میں نے جہاد کے لئے تیار کر رکھا ہے بدیہی طور پر اس کا یہ قول اس بات کے منافی نہیں کہ اس کے پاس پچاس کے علاوہ اور گھوڑے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: التقييد بالعدد عائد إلى الأسماء الموصوفة بأنها هي هذه الأسماء. فهذه الجملة وهي قوله: {من أحصاها دخل الجنة} صفة

للتسعة والتسعين ليست جملة مبتدأة --------والتقدير أن لله أسماء بقدر هذا العدد من أحصاها دخل الجنة كما يقول القائل: إن لي مائة غلام أعددتهم للعتق وألف درهم أعددتها للحج فالتقييد بالعدد هو في الموصوف بهذه الصفة لا في أصل استحقاقه لذلک العدد، فإنه لم يقل إن أسماء الله تسعة وتسعون۔ (مجموع الفتاوی:۶/ ۳۸۱)

عدد کے ذریعہ تقیید ان اسماء کی صفت بیان کی گئی ہے کہ یہی وہ اسماء ہیں (من أحصاها دخل الجنة) یہ (تسعة و تسعين) کی صفت ہے جملہ مبتدا نہیں ہے تقدیری عبارت اس طرح ہوگی (ان لله أسماء بقدر هذا العدد من أحصاها دخل الجنة) اللہ تعالی کے اسماء اس تعداد کے بقدر ایسے ہیں کہ جو ان کو شمار کرے گا جنت میں داخل ہوگا جیسے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے میرے پاس سو غلام ایسے ہیں جن کو میں نے آزاد کرنے کے لئے تیار کیا ہے، اور ایک ہزار درہم ایسے ہیں جن کو میں نے حج کے لئے رکھا ہے پس عدد کی تقیید اس عدد کے لئے ہے جو اس صفت سے متصف ہے نہ کہ اللہ تعالی کے ان اسماء کی حد بندی کے لئے جن سے وہ متصف ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ نہیں کہا "إنَّ أسماء اللهِ تِسعَةٌ وَتِسعِينَ" اللہ کے اسماء ننانوے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

اگر سوال کیا جائے کہ اللہ کے اسماء بہت سارے ہیں جو محصور نہیں تو تِسعَةً وَتِسعون (۹۹) پر اکتفا کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔

علماء کرام نے اس کا دو جواب دیا ہے۔

جواب نمبر ۱: وہ اسماء جن کو شمار کرنے والا جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ سبحانہ وتعالی کے بہت سارے اسماء میں متعین ومحدود ہیں باوجود یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان اسماء کی تعیین نہیں کی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ سے اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث ثابت ہے لہذا انسان اس عظیم ثواب کو اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا ہے یہاں تک کہ کتاب وسنت میں وارد تمام اسماء حسنی کو یاد کرلے تا کہ یہ بات متاکد ہوجائے کہ وہ ننانوے اسماء یاد کرلئے گئے ہیں جن کے ذریعے سے بندہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔

ابن العربی کہتے ہیں: "أخفيت هذه الأسماء المتعددة في جملة الأسماء الكلية لندعوه بجميعها فنصيب العدد الموعود به فيها" (أحکام القرآن: ۲/ ۷۹۴)

یہ ننانوے اسماء تمام اسماء حسنی میں مخفی رکھے گئے ہیں تا کہ ہم ان تمام کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا کریں اور انکے ضمن میں ان اسماء کو پا جائیں جنکے بارے میں یہ مخصوص وعدہ کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲: عدد مذکور (۹۹) سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے تمام اسماء میں سے ننانوے ناموں کو شمار کیا جائے جو بھی اتنی تعداد یاد کرے گا وہ اس اجر کا مستحق قرار پائے گا اور یہ ننانوے اسماء اللہ تعالی کے اسماء میں غیر معین ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء حسنی کی ذکر کردہ تعداد:

بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مومن کے دل میں زبردست شوق پیدا کردیا ہے کہ وہ باری تعالی کے ننانوے ناموں کو شمار کر کے جنت میں داخلہ کی تیاری کرے لیکن اس کی تعیین کے سلسلے میں آپ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔ گرچہ سنن ترمذی میں ایک ایسی روایت موجود ہے جسمیں ننانوے ناموں کا ذکر ہے لیکن نقاد وحفاظ حدیث نے اس روایت کو سندا ومتنا ضعیف قرار دیا ہے لہذا اسماء حسنی کی تعداد کے سلسلے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ کچھ لوگوں نے بہت توسع سے کام لیا ہے لہذا انہوں نے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سے زائد شمار کیا اور کچھ لوگوں نے تنگی کی ہے تو وہ ۹۹ ناموں تک بھی نہیں پہونچ سکے۔

چنانچہ ابن حزم نے صرف اکیاسی ۸۱/ اسماء حسنی شمار کیا کیونکہ انہوں نے قرآن میں جو صیغہ اسم سے وارد ہے اس پر اکتفا کیا ہے۔ (سبل السلام: ۴/ ۱۶۳)

ابن العربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں ۱۴۶/ اسماء حسنی شمار کیا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الامد الأقصی" میں ۱۷۶/ اسماء حسنی شمار کئے ہیں۔ (احکام القرآن: ۲/ ۸۰۵)

حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ ابن العربی نے بعض لوگوں سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) نام ہیں ابن

العربي یہ قول ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں اور یہ ان میں سے بہت تھوڑے ہیں۔(فتح الباری:٢٢٠/١١)

بہرحال اہل علم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جن اسماء حسنیٰ کو شمار کیا ہے وہ کل ٢٩٠/اسماء ہیں ۔

حدیث میں واردکلمہ "احصاھا" کا مفہوم اور اس کے مراتب:

حدیث میں مذکور "احصاھا" پر جنت کا وعدہ اتنی عظیم نعمت ہے کہ ہر نفس مومن اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لہذا "احصاھا" کا مفہوم واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علماء نے "احصاھا" کا مفہوم متعین کرنے میں اختلاف کیا ہے۔

پہلاقول: اسکے معانی کا احاطہ کرنا۔

دوسراقول: اس کے معانی کو سمجھتے ہوئے اس کے تقاضے پر عمل کرنا۔

تیسراقول: اس کو شمار کرنا یہاں تک کہ مکمل طور پر اسے یاد کرلینا۔

ابن منظور کہتے ہیں:"**الاحصاء :العد والحفظ , وأحصي الشيء أحاط به**"۔احصاء کے معنی شمار کرنا اور یاد کرنا احصی الشیء کسی چیز کا احاطہ کرنا۔ نیز لکھتے ہیں کہ فراء نے اس کا معنی بیان کیا "پابندی کرنا" جیسا کہ اللہ کے اس قول عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (المزمل:٢٠) کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تم رات کے اوقات صلاۃ کی پابندی نہیں کرسکتے۔

پھر اس حدیث کے تعلق سے لکھتے ہیں:"**معناه عندی والله اعلم- من احصاها علما وايمانا بها ويقينا بانها صفات الله عز وجل ولم يرد الاحصاء الذي هو العد**"۔

میرے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے: جو اسے شمار کرے یعنی انکا علم رکھے، ان پر ایمان رکھے اس یقین کے ساتھ کہ یہ باری تعالیٰ کی صفات ہیں ۔ احصاء سے محض شمار کرنا مقصود نہیں (لسان العرب:١٨٣/١٤)

امام بخاریؒ نے احصاء کی تشریح حفظ سے کی ہے اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں "احصیناہ" ای "**حفظناه**" (صحیح بخاری: باب ان لله مائة اسم الاواحدا:٢٨٤٣)

اور یہی قول درست بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ بخاری کی ایک دوسری روایت میں "من احصاھا" کی جگہ"لا یحفظھا" وارد ہے **عن ابي هريرة رضى الله عنه قال لله تسعةوتسعون اسما مائة الا واحدا لا يحفظها احد الا دخل الجنة وهو وتر يحب الوتر**"۔(صحیح البخاری:٥٩٣١)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ٩٩ نام ہیں سو میں ایک کم جس نے ان کو یاد کیا جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ طاق ہے اور طاق پسند کرتا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں "احصاھا" کا معنیٰ یاد کرنا متعین ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ان اسماء کے یاد کرنے سے نفس کی پاکیزگی ہوتی ہے دل ان مبارک اسماء سے بھر جاتا ہے دعا میں انکساری پیدا ہوجاتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:"**معني احصاها عدها وحفظها ،يتضمن ذلك الايمان بها والتعظيم لها، والرغبة فيها والاعتبار بمعانيها**"(فتح الباری:٢٢٦/١١)

"احصاھا" کا معنیٰ ان کو شمار کرنا اور یاد رکھنا اور یہ ان پر ایمان لانے، ان کی تعظیم کرنے اور ان میں دلچسپی رکھنے اور ان کے معانی میں پنہاں پند ونصیحت سے فائدہ اٹھانے کو متضمن ہے۔

اسماء الٰہی کا احصاء کرنے کے مراتب:

ابن القیمؒ کہتے ہیں: کہ اسماء الٰہی کا احصاء کرنے کے تین مراتب ہیں

١۔ان کے الفاظ کو یاد کرنا اور ان کو شمار کرنا۔

٢۔ان کے معانیٰ ومدلولات کو سمجھنا۔

٣۔ان کے ذریعہ سے دعا کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا (الأعراف: ١٨٠)

اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تم ان کے ذریعہ اسے پکارو۔(بدائع الفوائد:١٦٤/١)



تین طلاق اور چودہ سو سال قبل نبوی عدالت کا فیصلہ

تحریر: کفایت اللہ سنابلی

تین طلاق کا مسئلہ عہد رسالت میں بھی پیش آچکا ہے اور عدالت نبوی میں اس کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے۔ نبوی عدالت سے بڑھ کر نہ کوئی عدالت ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی فیصلہ کرسکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱) نے کہا:

حدثنا سعد بن إبراهيم، حدثنا أبي، عن محمد بن إسحاق، حدثني داود بن الحصين، عن عكرمة، مولى ابن عباس، عن ابن عباس، قال: طلق ركانة بن عبد يزيد أخو بني المطلب امرأته ثلاثا في مجلس واحد، فحزن عليها حزنا شديدا، قال: فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كيف طلقتها»؟ قال: طلقتها ثلاثا، قال: فقال: «في مجلس واحد»؟ قال: نعم قال: «فإنما تلك واحدة فأرجعها إن شئت» قال: فرجعها فكان ابن عباس: يرى أنما الطلاق عند كل طهر.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر اس پر انہیں شدید رنج لاحق ہوا، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "تم نے کیسے طلاق دی؟" انہوں نے کہا: میں نے تین طلاق دے دی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ سلم نے پوچھا: "کیا ایک ہی مجلس میں؟" انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر یہ ایک ہی طلاق ہے تم چاہو تو اپنی بیوی کو واپس لے لو"، چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو واپس لے لیا۔ اس حدیث کی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ فتوی دیتے کہ طلاق الگ الگ طہر میں ہی معتبر ہوگی۔ (مسند أحمد ط الميمنية: ۱/۲۶۵، رقم: ۲۳۸۷، وإسناده صحيح، ومن طريق أحمد أخرجه الضياء المقدسي في "المختارة" (۱۱/۳۶۳) والذهبي في "تاريخ الإسلام" (۸/۱۰۴، ت تدمري).وأخرجه أيضا البيهقي في "السنن الكبرى" (۷/۳۳۹، ط الهند) من طريق عبد الله بن سعد عن أبيه عن عمه إبراهيم بن سعد .وأخرجه أيضا أبويعلى في "مسنده" (۴/۳۷۹) من طريق يونس بن بكير، وأبو نعيم في "معرفة الصحابة" (۲/۱۱۱۳) من طريق يزيد بن هارون كلهم (إبراهيم بن سعد ويونس بن بكير ويزيد بن هارون) عن ابن إسحاق به)

یہ حدیث بلاتردد بالکل صحیح اور بے داغ ہے اسے درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

(۱) امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱) (مسائل أحمد رواية أبي داود- ت طارق ص: ۲۳۶، مجموع الفتاوى: ۳۳/۷۳، ۸۶)

(۲) امام أبو یعلى رحمہ اللہ (م ۳۰۷) (فتح الباري: ۹/۳۶۲)

(۳) أبو الحسن علي بن عبداللہ اللخمي (م ۵۷۰) (الوثائق كما في إغاثة اللهفان: ۱/۳۲۶)

(۴) امام ضياء الدين المقدسي رحمہ اللہ (م ۶۴۳) (المختارة: ۱۱/۳۶۳)

(۵) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۷۲۸) (مجموع الفتاوى: ۳۳/۶۷)

(۶) امام ابن قیم رحمہ اللہ (م ۷۵۱) (إغاثة اللهفان: ۱/۲۸۷)

(۷) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م ۸۵۲) (فتح الباري: ۹/۳۶۲ سكت عليه وأقر تصحيح أبي يعلي)

(۸) علامہ أحمد شاکر (م ۱۳۷۷) (مسند أحمد ت

شاکر: ۹۱/۳، تحت الرقم: ۲۳۸۷)

(۹) علامہ المعلمی رحمہ اللہ (م۱۳۸۶)(آثار الشیخ المعلمی: ۶۰۴/۱۷، اشار إلی صحته)

(۱۰) علامہ البانی رحمہ اللہ (م۱۴۲۰)(إرواء الغلیل: ۱۴۵/۷)

*** اعتراضات کا جائزہ ***

اس حدیث پر کئے گئے مشہور اعتراضات کو تین قسموں میں بانٹ سکتے ہیں رواۃ پر اعتراض اضطراب کا اعتراض طریق پر اعتراض۔

*** مختصر جوابات: ***

پہلا اعتراض تو انتہائی بودا ہے کیونکہ اس کے سارے رواۃ ثقہ ہیں ۔رہا دوسرا اعتراض تو یہ غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ اضطراب والی بات سنن ابوداؤد وغیرہ کی حدیث سے متعلق ہے نہ کہ مسند احمد والی مذکورہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق، رہا تیسرا اعتراض تو وہ یہ ہے کہ یہ حدیث « داؤد بن الحصين عن عكرمة » کے طریق سے ہے اور داؤد جب عکرمہ سے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت منکر ہوتی ہے جیسا کہ کئی ایک محدث نے کہا ہے۔

عرض ہے کہ اس اعتراض سے اچھے خاصے لوگ دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اس لئے اس کے تعلق سے کچھ وضاحتیں ضروری ہیں۔

سب سے پہلے یہ واضح رہے کہ یہ نقد صرف اور صرف امام علي بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۴) کا ہے ۔باقی دیگر محدثین نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔اب اس کے کل چار جوابات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) * تطبیق: *

ائمہ میں جب اختلاف ہو تو جمع و توفیق یعنی تطبیق کی صورت بھی دیکھی جاتی ہے اور یہاں یہ صورت ممکن ہے اس کا خلاصہ یہ کہ اس طریق میں جب داؤد کے تلامذہ ضعیف ہوتے ہیں تبھی نکارت ہوتی ہے لیکن جب داؤد سے ثقہ تلامذہ روایت کرتے ہیں تو نکارت نہیں ہوتی ۔امام ابن عدي رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵) نے یہی وضاحت کی ہے دیکھیں: (الکامل لابن عدي طبعة الرشد: ۴۴۰/۴)

(۲) * تاویل: *

اس طریق میں نکارت سے مراد تفرد ہے جیسا کہ متعدد ائمہ نے صراحت کی ہے کہ تفرد پر بھی نکارت کا اطلاق کیا جاتا ہے ۔لیکن عکرمہ سے داؤد بن الحصین کو خاص ملازمت وتلمذ حاصل ہے بلکہ عکرمہ اخیر حیات میں داؤد بن الحصین کے یہاں ہی مقیم تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اس لئے ظاہر ہے کہ عکرمہ سے یہ ایسی باتیں بیان کر سکتے ہیں جو دیگر حضرات کے علم میں نہ آسکیں ۔علامہ ندوی رحمہ اللہ نے یہ جواب بڑی تفصیل سے رقم فرمایا ہے دیکھیں: (تنویر الآفاق: ص: ۴۷۱ تا ۴۷۹)

(۳) * ترجیح: *

ابن المدینی رحمہ اللہ کے برعکس دیگر ناقدین اور ماہرین علل لمحدثین نے اس طریق کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے محسنین میں بعض نام دیکھے جاسکتے ہیں ۔علاوہ ازیں یہ حدیث جس طریق سے مروی ہے عین اسی طریق سے یعنی "إبراهيم بن سعد الزهري عن ابن إسحاق، قال: حدثني داود بن الحصين، عن عكرمة، عن ابن عباس"۔ کی سند سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے وہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد ان کے پاس بھیج دیا اور قدیم نکاح ہی کو باقی رکھا نئے سرے سے نکاح نہیں پڑھایا ۔(مسند أحمد ط الرسالة: ۱۹۵/۴، رقم: ۲۳۶۶)

اس حدیث کے بارے میں امام عبداللہ کہتے ہیں کے ان کے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

والحديث الصحيح الذي روي أن النبي صلى الله عليه وسلم أقرهما على النكاح الأول۔

اس سلسلے میں جو صحیح حدیث مروی ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (زینب اور ابوالعاص رضی اللہ عنہما) کو پہلے نکاح پر باقی رکھا۔(مسند أحمد ط الميمنية: ۲۰۷/۲)

معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سند بالکل صحیح ہے، اس کے رجال یا "داؤد عن عکرمہ" کے طریق پر کوئی بھی اعتراض درست نہیں ہے۔

امام دار قطني رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵) نے بھي امام احمد رحمہ کی طرح مذکورہ حدیث زینب کے بارے میں کہا:

والصواب حديث ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم ردها بالنكاح الأول۔

صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کو ان کے شوہر کے پاس پہلے نکاح پر ہی

بھیج دیا۔(سنن الدارقطني، ت الارنؤوط: ٣٧٤/٤)

معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ جیسے ماہر علل کے نزدیک بھی یہ طریق بالکل صحیح ہے، یہی موقف اور بھی کئی محدثین کا ہے اس لئے اس طریق پر امام ابن المدینی کا کلام مرجوح ہے۔

(٤)*تردید:*

امام ابن المدینی نے اپنے کلام کی بنیاد ایسی بات پر رکھی ہے جو جرح کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی جرح کے بعد کہا ہے:

ومالک روی عن داود بن حصین، عن غیر عکرمۃ

یعنی امام مالک نے داؤد بن حصین عن عکرمہ کے طریق سے روایت نہیں لی ہے)(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي: ٤٠٩/٣)

لیکن یہ بات درست نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خود امام مالک نے اسی طریق سے موطا میں ایک مقام پر روایت لی ہے لیکن عکرمہ کو مبہم بنادیا ہے۔دیکھیں:(موطأ مالك ت عبد الباقي: ١١/١)

اور یہ امام مالک کا طرز عمل تھا کہ وہ جس راوی کو پسند نہیں کرتے تھے اسے ساقط کردیتے تھے یا مبہم بنادیتے تھے اور اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ امام مالک عکرمہ کو بعض لوگوں کے کلام (جو کہ بے بنیاد تھا) کے سبب پسند نہیں کرتے تھے۔(الاستذكار: ٦٤/١)

اس لئے ایک مقام پر اسے مبہم بنادیا جبکہ ایک دوسرے مقام پر اسے ساقط کردیا۔(موطأ مالك ت عبد الباقي: ٢٨٧/١)

معلوم ہوا کہ امام مالک کو اصل مسئلہ عکرمہ سے تھا وہ انہیں ناپسند تھے لیکن اس ناپسندیدگی کے باجود وہ ان کے نزدیک ضعیف نہیں تھے کیونکہ انہوں نے خود ان کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔بلکہ ایک مقام پر عکرمہ کا نام بھی لیا کیونکہ وہاں احتمال تھا کہ یہ عکرمہ کا قول بھی ہوسکتا ہے اور ایسا ہونے کی صورت میں اصل قائل ساقط نہ ہو اس لئے ان کا نام صراحتا ذکر کیا ہے۔(موطأ مالك ت عبد الباقي: ٣٨٤/١)

امام مالک کے منہج سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عکرمہ کو ناپسند کرتے تھے سند سے ان کو گرادیتے تھے یا انہیں مبہم بنادیتے تھے اور ایک مقام پر ضرورتا ان کا نام لیا۔

اس پوری صورت حال کو سامنے نہ رکھا جائے تو یقینا منظر یہی سامنے آتا ہے کہ امام مالک عکرمہ کا قول بھی درج کررہے اور داؤد کی روایت بھی لے رہے ہیں لیکن (داؤد عن عکرمہ) کے طریق سے روایت نہیں لارہے ہیں۔جس سے امام مالک کی نظر میں یہ طریق ہی مشتبہ ٹھہرتا ہے۔لیکن ماقبل ہم واضح کرچکے ہیں امام مالک نے اس طریق سے بھی روایت لی ہے لیکن عکرمہ کو روپوش کردیا ہے۔لہٰذا امام مالک کی نظر میں یہ طریق منکر ثابت نہیں ہوتا لہٰذا اس کی بنیاد پر امام ابن المدینی کا نتیجہ بھی قابل قبول نہیں بلکہ قابل رد ہوگا۔

نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام مالک نے عکرمہ سے متعلق بعد میں اپنے خیالات بدل دئے تھے اور ان سے روایت شروع کردی تھی۔جیسا کہ علامہ ندوی رحمہ اللہ نے تحقیق پیش کی ہے۔

تنبیہ:

بعض اہل علم اس طریق پر نکارت کے اعتراض کے لئے امام ابوداؤد کا قول: **أحاديثه عن عكرمة مناكير** (عکرمہ سے ان کی احادیث مناکیر ہیں)(تهذيب الكمال: ٣٨١/٨) پیش کرتے ہیں۔

عرض ہے کہ اول تو بعض کے منہج کے مطابق یہ قول ثابت ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ امام ابوداؤد امام ابن المدینی کے شاگرد ہیں اس لئے بہت ممکن ہے انہوں نے اپنے استاذ ہی کے قول کی ترجمانی کی ہو جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔

علاوہ بریں امام ابوداؤد کے الفاظ الگ ہیں انہوں نے داؤد کو اس طریق میں منکر الحدیث نہیں کہا ہے بلکہ اس طریق سے ان کی مرویات کو مناکیر کہا ہے اس سے فی نفسہ اس طریق پر کوئی داغ نہیں لگتا بلکہ اس کے ذمہ دار دوسرے رواۃ بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ امام ابن عدی کے حوالے سے وضاحت گذرچکی ہے۔اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ خود امام ابوداؤد نے اس طریق سے آنے والی بعض احادیث پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ علامہ ندوی رحمہ اللہ نے تفصیل پیش کی ہے۔

بلکہ اگر امام ابوداؤد نے ان الفاظ میں اپنے استاذ ابن المدینی ہی کے موقف کی ترجمانی کی ہے تو پھر ثابت ہوتا ہے کہ ابن المدینی رحمہ اللہ کے کلام کا بھی وہ مفاد نہیں ہے جو سمجھ لیا گیا ہے بلکہ بات صرف وہی ہے جس کی وضاحت امام ابن عدی رحمہ اللہ نے کی ہے جیسا کہ اوپر پیش کیا گیا۔

اس حدیث پر مشہور اعتراضات کا یہ انتہائی مختصر جواب ہے مکمل تفصیل ان شاءاللہ ہماری طلاق والی کتاب میں ملے گی۔

تحقیق ایام قربانی

چار دن تک قربانی سے متعلق صحیح ابن حبان کی حدیث ''وفی کل ایام التشریق ذبح'' کی تحقیق مزید

کفایت اللہ سنابلی

اس حدیث کی تحقیق ایام قربانی والی میری کتاب میں موجود تھی لیکن اس مضمون میں مزید حذف واضافے کے ساتھ دوبارہ اس حدیث کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔ ایام قربانی والی میری کتاب کے اگلے ایڈیشن میں یہ تحقیق شامل کردی جائے گی ان شاءاللہ۔ اوراس مضمون کے نشر پر جو اعتراضات آئیں گے ان کو سامنے رکھ کر بھی نظر ثانی کی جائے گی۔ ان شاءاللہ

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴) نے کہا:

أخبرنا أحمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفي ببغداد، حدثنا أبو نصر التمار عبد الملك بن عبد العزيز القشيري في شوال سنة سبع وعشرين ومئتين، حدثنا سعيد بن عبد العزيز، عن سليمان بن موسى، عن عبد الرحمن بن أبي حسين، عن جبير بن مطعم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل عرفات موقف، وارفعوا عن عرنة، وكل مزدلفة موقف، وارفعوا عن محسر، فكل فجاج منى منحر، وفي كل أيام التشريق ذبح"۔

صحابی رسول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اوروادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منی کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں۔ (صحيح ابن حبان: ۹/۱۶۶، رقم: ۳۸۵۴)

یہ حدیث مرفوع متصل صحیح ہے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے اس کی سند کے رجال کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو:

عبدالرحمٰن بن أبي حسين النوفلي:

اس راوی پر کسی ایک محدث نے بھی جرح نہیں کی ہے اور کئی ایک محدثین سے اس کی توثیق ثابت ہے۔ لیکن زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔ دیکھئے: (فتاوى علمية: ۲/۱۷۸)

عرض ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں کیونکہ ابن حبان کے علاوہ بھی کئی **ایک محدثین سے اس کی توثیق ثابت ہے** بلکہ خود زبیر علی زئی صاحب کے اصول سے بھی اس کی توثیق ثابت ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی توثیق:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴) نے انہیں ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

عبد الرحمٰن بن أبي حسين والد عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي حسين يروي عن جبير بن مطعم روى عنه سليمان بن موسى۔

عبدالرحمٰن بن ابی حسین یہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کے والد ہیں یہ جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں ان سے سلیمان بن موسیٰ نے روایت کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان ت: العثمانية: ۵/۱۰۹)

دوسری توثیق:

امام ابن الملقن رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۴) نے اپنی کتاب تحفة المحتاج میں یہی روایت درج کی ہے۔ دیکھئے: (تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج: ۲/۵۳۴، رقم: ۱۲۹۶)

اوراس کتاب کے مقدمہ میں آپ فرماتے ہیں:

"شرطي أن لا أذكر فيه إلا حديثا صحيحا أو حسنا

دون الضعیف"۔

اس کتاب میں میری شرط یہ ہے کہ میں اس میں صرف صحیح یا حسن حدیث ہی ذکر کروں گا نہ کہ ضعیف۔(تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج: ۱/۱۳۰)

اورحدیث کی تصحیح یا تحسین راوی کی توثیق ہوتی ہے۔دیکھئے: انوار البدر في وضع اليدين على الصدر :ص: ۵۳۵تا:۵۳۷،مطبوعہ بیت السلام لاهور، ریاض۔

بلکہ خود امام ابن الملقن رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۴) نے کہا:

وقال غيره: فيه جهالة، ماروى عنه سوى ابن خنيس. وجزم بهذا الذهبي في "المغني" فقال: لا يعرف لكن صحح الحاكم حديثه - كما ترى - وكذا ابن حبان، وهو مؤذن بمعرفته وثقته.

ان کے علاوہ دوسروں نے کہا: یہ غیر معروف ہیں، ان سے ابن خنیس کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔اور ذہبی نے مغنی میں یہی بات بالجزم کہی ہے۔چنانچہ کہا: یہ معروف نہیں ہے۔لیکن امام حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے-جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں-اسی طرح ابن حبان نے بھی ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے اور یہ ان کے معروف اور ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (البدر المنیر لابن الملقن:۴/۲۶۹)

معلوم ہوا کہ امام ابن الملقن نے بھی "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" کو ثقہ کہا ہے کیونکہ آپ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

▯تیسری توثیق:

امام ابن حزم الاندلسی (المتوفی:۴۵۶) رحمہ اللہ نے المحلی میں اس راوی کی اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔دیکھئے: (المحلی لابن حزم،ت بیروت:۵/۱۹۹)

امام ابن الملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" واحتج به ابن حزم في "محلاه"۔

امام ابن حزم نے اپنی کتاب "المحلی" میں اس حدیث (عبدالرحمٰن بن ابی حسین والی اسی حدیث) سے حجت پکڑی ہے۔(البدر المنیر لابن الملقن:۶/۲۳۹)

اوراس کتاب میں ابن حزم رحمہ اللہ جن احادیث سے حجت پکڑتے ہیں ان کے بارے میں آپ نے کتاب کے مقدمہ میں یہ وضاحت کی:

"وليعلم من قرأ كتابنا هذا أننا لم نحتج إلا بخبر صحيح من رواية الثقات مسند۔"۔

اور جو ہماری یہ کتاب پڑھے وہ جان لے کہ ہم نے صرف ان احادیث سے حجت پکڑی ہے جو صحیح ہیں، ثقہ راویوں سے ہیں اور متصل السند ہیں۔(المحلی لابن حزم، ت بیروت:۱/۲۱)

معلوم ہوا کہ امام ابن حزم کے نزدیک بھی "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" ثقہ ہیں۔

نیز امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو اپنی کتاب "حجۃ الوداع" میں بھی درج کیا ہے۔دیکھئے: (حجة الوداع لابن حزم:ص:۲۰۷)

اوراس کتاب کے مقدمہ میں بھی آپ نے صراحت کردی ہے کہ آپ اس میں صرف صحیح احادیث ذکر کریں گے۔دیکھئے: (حجة الوداع لابن حزم:ص:۱۱۲)

ایک راوی "أبوعمیر" کی حدیث کو ابن حزم نے صحیح کہا ہے تو اس سے توثیق اخذ کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وصحح حديثه ابن المنذر، وابن حزم، وغيرهما، فذالک توثيق له"۔

اس کی حدیث کو ابن المنذر اور ابن حزم وغیرہما نے صحیح کہا ہے اس لئے یہ اس کی توثیق ہے۔(میزان الاعتدال للذهبي ت البجاوي:۴/۵۵۸)

زبیرعلی زئی صاحب نے بھی امام ذہبی کی اس بات کو برضاء ورغبت نقل کررکھا ہے۔دیکھئے:(فتاوی علمیة:ج:۱، ص: ۳۰۷،نیز دیکھیں:رسالہ الحدیث شمارہ نمبر:۱۴، صفحہ نمبر:۳۲)

امام عبدالحق اشبیلی نے بھی اپنی کتاب "الاحکام الوسطی" میں یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اس میں صرف صحیح احادیث درج کریں گے۔اورانہوں نے ایک راوی "عبدالعزیز" کی روایت اپنی اس کتاب میں درج کی تو مولانا زبیرعلی زئی رحمہ اللہ اس راوی کو ثقہ قرار دینے والوں میں امام عبدالحق اشبیلی کا نام گناتے ہوئے لکھتے ہیں:"عبدالحق اشبیلی نے اپنی کتاب "الاحکام الوسطی" میں عبدالعزیز کی روایت ذکر کی۔(ج:۱،ص:۳۹۹)اور جرح نہیں کی جو ان کی طرف سے تصحیح ہے"۔(مقالات:ج:۳،ص:۳۳۴)

عرض ہے کہ ٹھیک اسی طرح امام ابن الملقن اورامام ابن حزم نے اپنی مذکورہ کتابوں میں "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" کی

زیر بحث روایت ذکر کی اور جرح نہیں کی جو ان کی طرف سے تصحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ خود زبیر علی زئی صاحب کے اصول سے بھی یہ راوی ثقہ ہے۔ والحمد للہ۔

عصر حاضر کے بعض احناف بھی اس راوی کو مجہول کہتے پھرتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ:

حافظ ابن قطلوبغا حنفی نے بھی ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے: (الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة(۶/ ۲۴۱)

فائدہ:

معاصرین محققین میں حسین سلیم اسد الدارانی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**رجاله ثقات**''۔

''اس کے رجال ثقہ ہیں''۔(موارد الظمآن ت حسين أسد(۳/ ۳۲۵)

یعنی موصوف کے نزدیک بھی عبدالرحمٰن بن ابی حسین ثقہ ہیں۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ راوی ثقہ ہیں والحمد للہ۔

سلیمان بن موسیٰ القرشی:

آپ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے رجال میں سے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے فقیہ اور امام ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں ''**الامام الكبير**'' یعنی بہت بڑے امام اور ''**مفتی دمشق**'' کہا ہے۔(سير أعلام النبلاء للذهبي :۵/ ۴۳۳)

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰) نے کہا: ''**كان ثقة**''

''یہ ثقہ تھے''۔(الطبقات لابن سعد:۷/ ۳۱۸)

امام ابن عدي رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵) نے کہا: ''**وهو عندي ثبت صدوق**''۔

''یہ میرے نزدیک ثبت اور صدوق ہیں''۔(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي:۴/ ۲۶۲)

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵) نے کہا: ''**سليمان بن موسى، من الثقات الحفاظ**''۔

''سلیمان موسیٰ حفاظ اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں''۔(علل الدارقطني :۱۵/ ۱۴)

اس کے علاوہ اور بھی متعدد محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (میری کتاب انوار البدر في وضع اليدين على الصدر : ص:۱۸۷ تا ۲۰۹

مطبوعہ بیت السلام لاھور و ریاض)

سعید بن عبدالعزیز بن أبی یحییٰ التنوخی:

آپ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی اور بہت بڑے امام ہیں۔ حتیٰ کی امام احمد رحمہ اللہ نے ان کے اور امام اوزاعی کے بارے میں کہا: ''**هما عِنْدِي سَوَاء**''۔

''یہ دونوں میرے نزدیک برابر ہیں''۔(العلل ومعرفة الرجال لأحمد:۳/ ۵۳)

حتیٰ کہ أبو حاتم محمد بن إدريس الرازي، (المتوفی:۲۷۷) نے کہا: ''**كان أبو مسهر يقدم سعيد بن عبد العزيز على الأوزاعي**''۔

''ابو مسہر عبدالاعلی غسانی متوفی (۲۱۸) انہیں امام اوزاعی پر مقدم کرتے تھے''۔(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۴/ ۴۳)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں تک کہا: ''**لَيْسَ بِالشَّام رجل أصح حَدِيثا من سعيد بن عبد الْعَزِيز التنوخي**''۔

''شام میں سعید بن عبدالعزیز تنوخی سے زیادہ صحیح حدیث والا کوئی نہیں ہے''۔(العلل ومعرفة الرجال لأحمد: ۳/ ۵۳)

امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۰۵) نے کہا: ''**سعيد بن عبد العزيز التنوخي لاهل الشام كمالك بن انس في التقدم والفضل والفقه والامانة**''۔

''سعید بن عبدالعزیز تنوخی اہل شام کے لئے فضل و منزلت اور فقہ و امانت میں امام مالک کی طرح ہیں''۔(سؤالات السجزي للحاكم: ص:۲۰۸)

اب جنہیں امام اوزاعی اور امام مالک کے مثل قرار دیا گیا ہو اور امام مسلم نے جن سے صحیح روایت لی ہو ان کے بارے میں مزید تفصیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ اس زبردست تعدیل و توثیق کے علاوہ بھی اور کئی محدثین نے ان کی صریح توثیق کی ہے۔ مثلاً:

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳) نے کہا: ''**ثقة**''۔

''یہ ثقہ ہیں''۔(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۴/ ۴۳، وسنده صحيح)

ان پر بعض معمولی جرح منقول ہے جس سے ان کی ثقاہت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

أحمد بن الحسن بن عبد الجبار البغدادی:

آپ صحیح ابن حبان وغیرہ کے رجال میں سے ہیں اور

بالاتفاق ثقہ ہیں کسی بھی محدث نے آپ پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور کئی ایک محدث نے آپ کو صراحتاً ثقہ کہا ہے۔ مثلاً:

امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۵) نے کہا: "ثقة"۔

"یہ ثقہ ہیں"۔ (سؤالات السجزي للحاكم: ص: ۱۳۴)

خطیب بغدادي رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳) نے کہا: "كان ثقة"۔

"آپ ثقہ تھے"۔ (تاريخ بغداد، مطبعة السعادة: ۴/ ۸۲)

حدیث مذکور پر اعتراضات اور ان کے جوابات:

*** پہلا اعتراض: ***

اس حدیث پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس کی سند میں موجود "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی سے ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے دیکھئے: (فتاوی علمية: ۲/ ۱۶۸)

عرض ہے کہ یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ ابن حبان کے علاوہ دیگر محدثین سے بھی اس کی توثیق ثابت ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں تفصیل پیش کی جاچکی ہے بلکہ یہ بھی واضح کیا جاچکا ہے کہ خود زبیر علی زئی صاحب کے اصول سے بھی یہ راوی ثقہ ہے۔

*** دوسرا اعتراض: ***

زبیر علی زئی صاحب نے اس حدیث کی سند پر دوسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

حافظ بزار نے کہا: "**وابن أبي حسين لم يلق جبير بن مطعم**"۔

"اور (عبدالرحمٰن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی"۔ (البحر الزخار: ۸/ ۳۶۴، ح: ۳۴۴۴)

دیکھئے: (فتاوی علمية: ۲/ ۱۶۸)

یہ اعتراض بھی درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے:

اولاً:

"عبدالرحمٰن" کا نام بریکٹ میں زبیر علی زئی صاحب نے اپنی طرف سے لکھا ہے امام بزار نے خود یہ نام نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے "ابن ابی حسین" کہا ہے۔ اس لئے امام بزار سے صراحتاً یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے جبیر بن مطعم سے "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" ہی کے سماع کا انکار کیا ہے بلکہ راجح یہی لگتا ہے کہ انہوں نے جبیر بن مطعم سے "عبدالرحمٰن بن ابی حسین" نہیں بلکہ "ابن ابی حسین" سے معروف ان کے بیٹے "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین" کے سماع کا انکار کیا ہے۔

دراصل اس حدیث کی بعض سندوں میں "عبدالرحمٰن" کے نام کی صراحت نہیں ہے بلکہ صرف "ابن ابی حسین" مذکور ہے اور "ابن ابی حسین" نام جب بغیر صراحت کے سند میں آتا ہے تو اس سے "عبداللہ بن ابی حسین" ہی مراد ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے: (صحيح مسلم: ۳/ ۹۲۲، رقم: ۱۲۶۴، سنن أبي داود: ۴/ ۳۵۲، رقم: ۵۲۰۴، سنن الترمذي ت شاكر: ۴/ ۵۴۲، رقم: ۲۲۹۲، سنن النسائي: ۷/ ۱۵۹، رقم: ۴۲۰۴، سنن ابن ماجه: ۲/ ۱۰۹۷ رقم: ۳۲۹۸)

امام سفیان ابن عیینہ نے کہا: ابن أبي حسین: عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن أبي حسین بن الحارث بن عامر بن نوفل۔

"ابن ابی حسین" یہ "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین بن الحارث بن عامر بن نوفل" ہیں۔ (العلل ومعرفة الرجال لأحمد، ت وصي: ۳/ ۳۹۱، واسناده صحيح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین" یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہوکر (یعنی "ابن ابی حسین" کے ساتھ) ذکر کئے جاتے ہیں۔ دیکھئے: (فتح الباري لابن حجر: ۸/ ۸۹، ایضاً: ۱۲/ ۲۱۰)

معلوم ہوا کہ "ابن ابی حسین" جب بغیر صراحت کے سند میں آتے ہیں تو ان سے مراد "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین" ہوتے ہیں۔ اس لئے زیر بحث حدیث کی بعض سند میں جب بغیر صراحت کے "ابن ابی حسین" آیا تو بعض اہل علم نے یہ سمجھ لیا کہ یہاں ان سے "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین" ہی مراد ہے پھر اس بنیاد پر یہ کہہ دیا کہ "ابن ابی حسین" یعنی "عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین" کی ملاقات جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔

چنانچہ أبوجعفر طحاوي رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۱) نے کہا:

حدثنا مالك بن عبد الله بن يوسف، قال: حدثنا عبد الله بن يوسف، قال: أخبرنا سعيد بن عبد العزيز التنوخي، عن سليمان بن موسى، عن ابن أبي حسين، عن جبير بن مطعم، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " كل عرفات موقف، وارتفعوا عن عرفات، وكل مزدلفة موقف، وارتفعوا عن محسر، وكل فجاج منى منحر، وكل أيام التشريق ذبح "۔ (أحكام القرآن

للطحاوی: ۲/۲۰۶)

اس سند میں ''عبدالرحمٰن'' کی صراحت نہیں ہے بلکہ ''ابن ابی حسین'' ہے اور چونکہ یہ نام جب مختصراً ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہی ہوتے ہیں اس لئے علامہ طحاوی نے یہ سمجھ لیا کہ یہاں ''ابن ابی حسین'' سے مراد ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہیں پھر علامہ طحاوی نے اس غلط فہمی کی بنیاد پر انقطاع کی جرح کردی اور کہا: ''و کیف یتوھم متوھم أن عبد اللہ ھذا سمعه من جبیر بن مطعم''؟

کوئی شخص یہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' نے ''جبیر بن مطعم'' سے سنا ہے؟ (أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۷)

یہی غلط فہمی امام بزار کو بھی ہوئی ہے ان کی سند میں گرچہ ''عبدالرحمٰن'' کی صراحت ہے لیکن ان کے انقطاع والے کلام میں ''عبدالرحمٰن'' کی صراحت نہیں ہے بلکہ انہوں نے ''ابن ابی حسین'' ہی کہہ کر انقطاع کا کلام کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بزار رحمہ اللہ بھی یہاں وہم کا شکار ہوگئے ہیں اور ان کے ذہن میں بھی اصل بات یہی تھی کہ ''ابن ابی حسین'' یعنی ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کا سماع جبیر بن مطعم سے ثابت نہیں ہے لیکن اپنی سند میں وہ نام کی صراحت پر دھیان نہیں دے سکے اور یہ کہہ دیا ''ابن ابی حسین'' کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں، حالانکہ یہاں ''ابن ابی حسین'' یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین نہیں بلکہ ان کے والد عبدالرحمٰن مذکور ہیں۔

یادر ہے کہ امام بزار نے اپنے کلام میں صراحت کے ساتھ پورا نام ذکر نہیں کیا ہے بلکہ صرف ''ابن ابی الحسین'' کہا ہے اور اس مختصر نام سے باپ کے بجائے بیٹا یعنی ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہی مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں وضاحت کی جاچکی ہے اس لئے امام بزار کے کلام میں ''ابن ابی حسین'' سے ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہی مراد ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام بزار کے اس کلام میں ''ابن ابی حسین'' سے ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہی سمجھا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بزار کے انقطاع والے اس کلام کو معنوی طور پر نقل کرتے ہوئے کہا:

''وفي إسناده انقطاع، فإنه من رواية عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي حسين عن جبير بن مطعم، ولم يلقه''. قاله البزار۔

''اس کی سند میں انقطاع ہے، کیونکہ اسے ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان سے ان کی ملاقات نہیں ہے'' یہ بات بزار نے کہی ہے۔ (التمییز لابن حجر، ت دکتور الثانی: ۴/۱۲۰۶)

غور کریں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بزار کے انقطاع والے کلام کو معنوی طور پر نقل کیا تو ان کے کلام میں مستعمل ''ابن ابی حسین'' سے ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' نہیں بلکہ ان کے بیٹے ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کو مراد لیا ہے۔

حالانکہ ایک دوسرے مقام پر جب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند نقل کی اور بعد میں انتہائی اختصار کے ساتھ امام بزار کی طرف سے انقطاع کا فیصلہ نقل کیا تو اصل سند نقل کرتے وقت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''عبدالرحمٰن'' نام ہی درج کیا ہے اور اس کے بعد آخر میں انتہائی اختصار کے ساتھ امام بزار کی طرف سے انقطاع کا فیصلہ نقل کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

حديث أيام التشريق كلها أيام ذبح أحمد وابن حبان من حديث جبير ابن مطعم من رواية عبد الرحمن بن أبي حسين عنه وأورده البزار من هذا الوجه وقال "إنه منقطع"۔

حدیث ''أيام التشريق كلها أيام ذبح'' کو احمد اور ابن حبان نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے عبدالرحمٰن بن ابی حسین کے طریق سے روایت کیا ہے اور اسی طریق سے امام بزار نے بھی ذکر کیا اور کہا ''یہ منقطع ہے''۔ (الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ۲/۲۱۵)

معلوم ہوا کہ امام بزار رحمہ اللہ نے اپنے کلام میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کی نہیں بلکہ ان کے بیٹے ''ابن بی حسین'' یعنی ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ اور زیر بحث سند میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی یہ ہیں ہی نہیں اس لئے اس سند میں انقطاع کی جرح ثابت ہی نہیں ہوئی۔

واضح رہے کہ کسی بھی محدث نے جبیر بن مطعم سے ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کے سماع کا انکار نہیں کیا ہے۔البتہ بعض نے ان کے بیٹے ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کے سماع کا انکار کیا ہے جیسا کہ علامہ طحاوی کا کلام گذرا۔اس سے بھی ہماری مذکورہ بات کی تائید ہوتی ہے۔

الغرض یہ کہ امام بزار رحمہ اللہ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے صراحتاً ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کی ملاقات کا انکار نہیں کیا بلکہ ''ابن ابی حسین'' کی ملاقات کا انکار کیا ہے اور اس سے مراد ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہیں۔لیکن اصل سند میں ان کا ذکر نہیں بلکہ ان کے والد کا ذکر ہے اس لئے امام بزار کا یہ کلام زیر بحث حدیث کی سند پر صادق نہیں آتا۔

تنبیہ بلیغ:

بعض احناف نے شاید علامہ طحاوی کو وہم کی زد سے بچانے کے لئے یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل سند میں ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کا ذکر غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کی جگہ ''عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' کا ذکر ہونا چاہئے۔ دیکھئے:(حاشیہ بر نصب الرایۃ(۲۱۲/۴)

یہ بات ایک گپ سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ روئے زمیں پر پائی جانے والی اس حدیث کی سندوں میں سے کسی ایک سند میں بھی عبداللہ نام کی صراحت نہیں بلکہ اس کے برعکس کئی سندوں میں عبدالرحمٰن کی مکمل صراحت ہے۔مثلاً: دیکھئے:(صحیح ابن حبان:۱۶۶/۹،مسند البزار:۳۶۳/۸،موارد الظمآن ت حسین أسد (۳۴۴/۳)،السنن الکبری للبیهقي، ط الهند:۲۹۶/۹،السنن الصغیر للبیهقي:۲۴۷/۲،معرفة السنن والآثار للبیهقي: ۶۴/۱۴،حجة الوداع لابن حزم ص:۲۰۷، الکامل لابن عدي ت عادل وعلي:۲۶۰/۴،تاریخ دمشق لابن عساکر:۳۶۸/۲۲،فوائد ابن أخي میمي الدقاق(ص:۲۵۶)

لہٰذا یہ کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اصل سند میں نام غلط ہے۔

ثانیاً:

اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیں کہ واقعتاً امام بزار رحمہ اللہ نے یہاں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ''عبدالرحمٰن بن ابی حسین'' ہی کی ملاقات کا انکار کیا ہے تو یہ صرف امام بزار رحمہ اللہ کی شاذ رائے ہوگی اور دیگر محدثین کے خلاف ہونے کے سبب ناقابل قبول ہوگی۔دیگر محدثین کے حوالے ملاحظہ ہوں:

امام ابن حبان (المتوفی:۳۵۴) رحمہ اللہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن ابی حسین کو جبیر بن مطعم سے روایت کرنے والا یعنی ان کا شاگرد بتلایا ہے۔ دیکھئے: (الثقات لابن حبان ت العثمانیة:۱۰۹/۵)

اس کے ساتھ ساتھ صحیح ابن حبان میں اسی سند کو صحیح کہا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ ابن حبان کے نزدیک یہ سند متصل ہے جیسا کہ ابن حبان نے صحیح ابن حبان کے مقدمہ میں صراحت کردی ہے۔

یہ عام فہم بات ہے کہ جس طرح ناقد محدث کسی سند کو صحیح کہے تو اس کی تصحیح میں سند کے رجال کی توثیق ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح اس کی تصحیح میں سند کے اتصال اور عدم انقطاع کا بھی حکم ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وقال:(یعني الدارقطني) هذه کلها مراسیل، ابن بریدة لم یسمع من عائشة. قلت: صحح له الترمذي حدیثه عن عائشة في القول لیلة القدر، من روایة: جعفر بن سلیمان، بهذا الإسناد، ومقتضی ذالک أن یکون سمع منها، ولم أقف علی قول أحد وصفه بالتدلیس.

دارقطنی نے کہا یہ سب مرسل ہیں ابن بریدہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا، میں (حافظ ابن حجر) کہتا ہوں کہ: امام ترمذی نے دعائے لیلۃ القدر کی بابت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن بریدہ کی روایت کردہ حدیث کو صحیح کہا ہے یہ روایت اسی سند سے جعفر بن سلیمان سے مروی ہے۔اور اس کا تقاضہ ہے کہ ابن بریدہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے اور میں کسی کا قول نہیں جانتا جس نے ابن بریدہ کو مدلس کہا ہو۔ (إتحاف المهرة لابن حجر:۵/۱۷)

عرض ہے کہ اگر امام ترمذی رحمہ اللہ کی تصحیح سماع کے ثبوت پر دال ہے تو امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح بدرجہ اولیٰ سماع پر دلالت کرے گی۔

بلکہ ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام ابن حبان کی تصحیح سے بھی اتصال پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

"وقد أخرج بن حبان في صحيحه والحاكم في مستدركه حديثه عن جده عمر بن الخطاب ومقتضاه أن يكون سمع منه"۔

"اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں ان (عثمان بن عبداللہ) کے نانا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ان کی حدیث درج کی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے ان سے سنا ہے۔(تھذیب التھذیب لابن حجر، ط الھند:۷/۱۳۰)

یاد رہے کہ امام حبان رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے زبردست امام ہیں، صرف اورصرف مجاہیل کی توثیق سے متعلق انہیں متساہل کہا گیا ہے لیکن اتصال وانقطاع کے فیصلہ میں وہ قطعاً متساہل نہیں بلکہ ایسے معاملات میں وہ متشدد ہیں۔

اس کے برخلاف امام بزار اس پائے کے امام نہیں ہیں بلکہ کئی ایک محدث نے ان پر جرح کر رکھی ہے بلکہ خود حافظ زبیرعلی زئی نے بھی بزار کو ایک جگہ متکلم فیہ بتلایا ہے۔ دیکھئے: (فتاوی علمیة: ج:۱، ص:۱۲۱،اشاعت الحدیث (۲۳)ص:۲۸)

عرض ہے کہ جب یہ صورت حال ہے تو جب امام بزار کا موقف ابن حبان جیسے زبردست ثقہ امام کے موقف سے ٹکرا رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ابن حبان ہی کے موقف کو ترجیح دی جائے گی۔

ایک شخص نے عروہ سے امام زہری کے سماع کا انکار کیا تو زبیرعلی زئی صاحب عروہ سے زہری کا سماع وغیرہ کا حوالہ دینے کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں:

"بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی وغیرہ محدثین زہری سے عروہ کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں پھر بھی "گالی نامہ" کے مصنف یہ دعویٰ کرکے بغلیں بجا رہے ہیں کہ زہری کی عروہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔(مقالات: ج:۲، ص:۲۲۷، نیز دیکھئے: مجلہ الحدیث: شمارہ نمبر:۳۸،ص نمبر:۲۸)

عرض ہے کہ امام ابن حبان، امام ابن الملقن، امام ابن حزم وغیرہ محدثین جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی روایت کو صحیح قرار دے رہے ہیں اس لئے ان محدثین کی تصحیح بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی نظر میں یہاں انقطاع نہیں ہے۔

امام ابن حزم الاندلسی (المتوفی:۴۵۶) رحمہ اللہ:

امام ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ نے اسی حدیث کو اپنی کتاب "حجۃ الوداع" میں بھی درج کیا ہے۔دیکھئے:(حجة الوداع لابن حزم:ص:۲۰۷)

اوراس کتاب کے مقدمہ میں بھی آپ نے اپنی اس کتاب میں احادیث لانے کی یہ شرط بتلائی ہے:

"ثم نثني إن شاء الله تعالى بذكر الأحاديث الواردة بكيفية ما ذكرناه نحن بالأسانيد المتصلة الصحاح المنتقاة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔

پھر اس کے ساتھ ہم ان شاءاللہ مذکورہ کیفیت پر وارد خاص ایسی احادیث کا تذکرہ کریں گے جن کی سندیں اللہ کے رسول ﷺ تک متصل اور صحیح ہوں۔(حجة الوداع لابن حزم ص:۱۱۲)

معلوم ہوا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ کی نظر میں بھی اس حدیث کی سند متصل اور صحیح ہے۔

نیز امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب المحلی میں بھی اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔دیکھئے:(المحلی لابن حزم، ت بیروت:۵/۱۹۹)

اوراس کتاب میں ابن حزم رحمہ اللہ جن احادیث سے حجت پکڑتے ہیں ان کے بارے میں آپ نے کتاب کے مقدمہ میں یہ وضاحت کردی ہے کہ وہ صرف متصل السند صحیح احادیث ہی سے حجت پکڑیں گے۔دیکھئے: (المحلی لابن حزم، ت بیروت:۱/۲۱)

امام ابن الملقن (المتوفی:۸۰۴) رحمہ اللہ:

امام ابن الملقن رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفۃ المحتاج میں یہی روایت درج کی ہے۔دیکھئے:(تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج:۲/۵۳۴، رقم:۱۲۹٦)

اوراس کتاب کے مقدمہ میں آپ فرماتے ہیں:

"شرطي أن لا أذكر فيه إلا حديثا صحيحا أو حسنا دون الضعيف"۔

"اس کتاب میں میری شرط یہ ہے کہ میں اس میں صرف صحیح یا حسن حدیث ہی ذکر کروں گا نہ کہ ضعیف"۔(تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج:۱/۱۳۰)

معلوم ہوا کہ امام ابن الملقن کے نزدیک بھی یہ حدیث متصل السند اور صحیح ہے۔

لہٰذا ان محدثین کے برخلاف صرف امام بزار رحمہ اللہ کی شاذ

رائے غیر مسموع ہے۔

تیسرا اعتراض

زبیر علی زئی صاحب نے گن کر صرف دو اعتراضات کئے تھے جن کے جوابات حاضر کر دئے گئے ہیں۔بعض لوگوں نے ایک تیسرا اعتراض بھی کیا ہے وہ یہ کہ **اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے**۔اس کا جواب پیش خدمت ہے:

سلیمان بن موسیٰ سے یہ حدیث تین طریق سے منقول ہے:

پہلا طریق:

اسماعیل بن عیاش جیسا کہ امام ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے۔

دیکھئے:(التمهيد:۲۳/۱۹۷)

لیکن ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس کی مکمل سند ذکر نہیں کی ہے لہذا یہ ثابت نہیں۔

دوسرا طریق:

از ابومعید ،جیساکہ دارقطنی کی روایت ہے۔دیکھئے:(سنن الدارقطني:۴/۲۸۴)

یہ روایت ابومعید سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے کیونکہ ان سے نیچے سند میں ''أحمد بن عیسیٰ الخشاب'' موجود ہے اور یہ ضعیف ہے۔(المجروحين لابن حبان:۱/۱۴۶)

تیسرا طریق:

از سعید بن عبدالعزیز التنوخي۔

سعید بن عبدالعزیز کے جن شاگردوں سے یہ روایت مروی ہے ان کی ذکر کردہ سندوں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن سارے شاگردوں کی روایت بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو:

سعید کے شاگردوں سے چار کیفیات میں یہ سند مروی ہے:

سند کی پہلی کیفیت:

سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسىٰ، عن نافع بن جبير، عن أبيه جبير بن مطعم۔

یہ کیفیت سعید بن عبدالعزیز کے شاگرد سوید بن عبدالعزیز نے بیان کی ہے۔(سنن الدارقطني:۴/۲۸۴)

یہ شاگرد بذات خود ضعیف ہے۔دیکھئے:(تقريب التهذيب لابن حجر:رقم:۲۶۹۲)

اس لئے یہ کیفیت بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

سند کی دوسری کیفیت:

سعيد بن عبدالعزيز عن سليمان بن موسىٰ، عن عبد الرحمٰن بن أبي حسين، عن جبير بن مطعم۔

سلیمان بن موسیٰ سے سند کی یہ کیفیت بسند صحیح ثابت ہے۔امام ابن حبان نے اسے روایت کرکے صحیح قرار دیا ہے۔(صحيح ابن حبان:۹/۱۶۶،رقم:۳۸۵۴)

سند کی تیسری کیفیت:

سليمان بن موسى الأموي ، عن جبير بن مطعم مرفوعاً۔

یہ کیفیت سعید بن عبدالعزیز کے دو شاگردوں سے مروی ہے:

۱۔ابوالیمان۔۲۔ابوالمغیرۃ۔یہ دونوں روایات مسند احمد میں ثابت ہیں۔(مسند أحمد ط الميمنية:۴/۸۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سلیمان بن موسیٰ سے سند کی صرف دو کیفیت بیان کرنا بسند صحیح ثابت ہے:

اول:(متصل سند)

سليمان بن موسى، عن عبد الرحمن بن أبي حسين، عن جبير بن مطعم۔

دوم:(منقطع سند)

سليمان بن موسى الأموي، عن جبير بن مطعم۔

اب دیکھنا ہے کہ ان دونوں کیفیات کی پوزیشن کیا ہے۔تو عرض ہے:

اولا:

جو حضرات یہ موقف اپناتے ہیں کہ ثقہ کی زیادتی ہر جگہ مقبول ہوتی ہے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ سلیمان بن موسیٰ کے ثقہ شاگرد نے متصل سند بیان کی ہے اور یہ ثقہ کی زیادتی ہے اس لئے ایسے لوگوں کے اصول سے یہ زیادتی بغیر کسی تامل کے مقبول ہونی چاہئے۔

دوم:

جو حضرات ثقہ کی زیادتی کو علی الاطلاق قبول نہیں کرتے بلکہ وہ قرائن کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں اور یہاں کئی قرائن ہیں جن سے موصول روایت مقبول قرار پاتی ہے۔مثلاً:

۱۔موصول بیان کرنے والے عبدالملک بن عبدالعزیز التمار ثقہ ثبت ہیں اور ثقہ ثبت کی زیادتی عام طور سے مقبول ہوتی ہے۔

۲۔سلیمان بن موسیٰ زبردست فقیہ امام ہیں اور فقیہ امام کبھی کبھی حدیث کی پوری سند بیان نہیں کرتا بلکہ اختصار سے بھی کام لے لیتا ہے۔ چونکہ یہ اختصار سلیمان بن موسیٰ جیسے مشہور فقیہ و امام سے منقول ہے اس لئے اسے الگ الگ بیان پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی سلیمان بن موسیٰ نے کبھی یہ سند متصل بیان کی ہے اور کبھی اختصار کے ساتھ بیان کی ہے۔

واضح رہے کہ سلیمان بن موسیٰ بہت بڑے امام، مفتی اور فقیہ تھے۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''وهو فقيه ثقة إمام''۔

''یہ فقیہ اور ثقہ امام ہیں''۔(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ۱۹/۸۲)

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **''الإمام الكبير، مفتي دمشق''۔**

''یہ امام کبیر اور دمشق کے مفتی تھے''۔(سير أعلام النبلاء للذهبي: ۵/۴۳۳)

لہٰذا جب سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ بہت بڑے امام، مفتی اور فقیہ ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ کبھی کبھار اپنی روایت کردہ حدیث کو بغیر مکمل سند کے صرف صحابی کے نام سے ہی بیان کردیں۔

۳۔اگر ساری سندوں کا اعتبار کرلیا جائے تو اس حدیث میں سلیمان بن موسیٰ کے کئی مشائخ ثابت ہوتے ہیں ایک عبدالرحمٰن بن ابی حسین ہیں جیسا کہ زیر بحث روایت میں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ اور دوسرے عمر بن دینار ہیں جیسا کہ دارقطنی کی ضعیف روایت ہے اور تیسرے نافع بن جبیر ہیں جیسا کہ ابن عبدالبر اور دارقطنی کی ضعیف روایت میں ہے۔

اور اگر کسی روایت میں کسی راوی کے ایک سے زائد مشائخ ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں بھی وہ کبھی کبھی ارسال کردیتا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳) کہتے ہیں:

''والإرسال قد تبعث عليه أمور لا تضيره مثل أن يكون الرجل سمع ذالك الخبر من جماعة عن المعزي إليه الخبر وصح عنده ووقر في نفسه فأرسله عن ذالك المعزي إليه علما بصحة ما أرسله''۔

اور ارسال کی بہت سی ایسی وجوہات ہوتی ہیں جو مرسل حدیث کے لئے مضر نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی راوی کسی حدیث کو ایک جماعت سے سنتا ہے جو اس سے روایت کر رہے ہیں جس کی طرف حدیث منسوب ہے اور وہ حدیث اس کے نزدیک ثابت ہے اور اس کے ذہن میں محفوظ ہے تو وہ اس شخص سے حدیث کو مرسل بیان کردیتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہے۔ کیونکہ وہ اس کی صحت سے واقف ہوتا ہے۔(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ۱/۱۷)

امام علائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۱) فرماتے ہیں:

''منها أن يكون سمع ذالك الحديث من جماعة ثقات وصح عنده ووقر في نفسه فيرسله علما بصحته كما تقدم في إبراهيم النخعي إذا قال قال ابن مسعود فإنه يكون سمع ذالك من جماعة من أصحابه عنه كما ثبت عنه ذالك''۔

ثقہ راوی سے ارسال کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ ارسال کرنے والا اس حدیث کو اپنے ثقہ مشائخ کی ایک جماعت سے سنا ہوتا ہے اور اس کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہوتی ہے اور اس کے ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔ اس لئے وہ اس حدیث کو مرسل بیان کردیتا ہے اس کی صحت پر آگاہ ہونے کی وجہ سے ۔جیسا کہ ابراہیم نخعی کے سلسلے میں گزرا جب وہ کہتے ہیں: قال ابن مسعود۔ تو گویا انہوں نے یہ حدیث اپنے اساتذہ کی ایک جماعت سے سنی ہے اور ان کے ان اساتذہ نے اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کر رکھا ہے جیسا کہ ان سے یہ ثابت ہے۔(جامع التحصيل للعلائي: ص:۸۸)

یہی صورت حال یہاں بھی ہے کیونکہ سلیمان بن موسیٰ نے بھی جبیر بن مطعم کی اس حدیث کو اپنے کئی مشائخ کے واسطے سے روایت کیا ہے اس لئے کبھی کبھی انہوں نے ارسال کردیا ہے لہٰذا ان کا یہ ارسال قادح نہیں ہے۔

۴۔اس حدیث کے کئی شواہد بھی موجود ہیں۔

خلاصۂ کلام:

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے لہٰذا امام ابن حبان وغیرہ کا اسے صحیح قرار دینا بالکل درست ہے۔

حج فائل



حکمتِ حج

تحریر: فضیلۃ الدکتور منقذ بن محمود السقار ● ترجمانی: رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی

۱۔ عوام عموماً حج کے دنوں میں حج کےحوالے سے کچھ باریک اور پیچیدہ مسائل سے دوچار ہوتی ہے، جن میں سے ایک سوال ان بالوں کی بابت ہوا کرتا ہے جو کنگھی کرتے وقت ان کے سروں سے گر جاتے ہیں اور دوسرا سوال جمرات کو ماری جانے والی کنکریوں کے بارے میں ہوا کرتا ہے کہ انہیں مارا جاتا ہے پھر وہ حوض سے نکل جاتی ہیں وغیرہ اور یہ سوالات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہر حاجی حج کے تمام ارکان کو مکمل ادا کرنے پر حریص ہوا کرتا ہے۔

۲۔ یہاں دوسرا اور سب سے اہم معاملہ (جس سے لوگ غافل ہیں) ان حکمتوں کا جاننا ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس عبادت کو مشروع کیا ہے، آیا حاجی اس سے باخبر ہے یا نہیں ؟

۳۔ اللہ تعالی کے ہر کام میں حکمت و مصلحت ہے جس پر ہمارے دنیوی واخروی فائدے کا انحصار ہے، ویسے بہت ساری حکمتیں تو ہم جانتے ہیں لیکن ہمارے احباب سے کچھ حکمتیں اوجھل ہیں، کچھ عبادات کی بابت معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں یہ حکم کیوں دیا ہے؟ پر نہ جاننے کے باوجود ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ کسی بھی عبادت کی مشروعیت کا ایک اہم مقصد انسانوں کی تربیت، تہذیب اور اصلاح ہوا کرتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "**فإن الشريعة مبناها وأساسها الحِكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد، وهي عدل كلها، ورحمة كلها، ومصالح كلها**" شریعت کی بنیاد اور اس کی اساس دنیا و آخرت میں بندوں کی مصلحت اور حکمت پر ہے، اور یہ شریعت سراپا عدل و انصاف، رحمت و شفقت ہے اور اس کے تمام تر احکامات بندوں کی منفعتوں سے عبارت ہیں۔(أعلام الموقعین: ۳/۳)

قال تعالی: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ، مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ، إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ "میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ مجھے کھلائیں، اللہ تعالی تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زورآور ہے"۔(الذاریات:۵۶۔۵۸)

اللہ تعالی فرماتے ہیں: لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ اللہ تعالی کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے"۔(الحج:۳۷)

اس آیت کریمہ کے ضمن میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "إنَّمَا شَرَعَ لكُمْ نَحرَ هَذِهِ الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا، لِتَذْكُرُوهُ عِنْدَ ذَبْحِهَا، فَإِنَّهُ الْخَالِقُ الرَّازِقُ لَا أَنَّهُ يَنَالُهُ شَيْءٌ مِنْ لُحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا، فَإِنَّهُ تَعَالَى هُوَ الْغَنِيُّ عَمَّا سِوَاهُ" ۔"اللہ تعالی نے تمہارے لئے یہ قربانی اس لئے مشروع کیا ہے تاکہ ذبح کرتے وقت تم اسے یاد کرو، اس کا ذکر واذکار کرو کیوں کہ وہی خالق اور رازق ہے، تمہارے ان قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالی کو نہیں پہونچتا، اللہ تعالی ان تمام چیزوں سے بےنیاز ہے"۔(تفسیر القرآن العظیم:۵/۴۲۸)

اسی طرح روزے کی بابت فرمایا: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ "اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقوی اختیار کرو"۔(البقرۃ:۱۸۳)

گویا روزے کا اصل مقصد حصول تقوی ہے، ایک انسان کو

اللہ تعالی نے روزے کا مکلف اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ تقوی حاصل کرکے متقی بن جائے۔

اسی طرح اللہ تعالی نے نماز کی بابت فرمایا: اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے اور نماز قائم کیجئے یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے بیشک اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے"۔(العنکبوت:۴۵)

اور عبداللہ بن مسعود -رضی اللہ عنہ- سے مروی ہے: "مَنْ لَمْ تَأْمُرْهُ صَلَاتُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَمْ تَنْهَهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ إِلَّا بُعْدًا"۔"جس شخص کو اس کی نماز برائیوں اور فحاشیوں سے نہ روکے وہ اللہ تعالی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے"۔(شعب الایمان:۲۹۹۴)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالی کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہارے لئے نفع ہے پس انہیں کھڑا کرکے ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں اسے (خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور کرنے والوں کو بھی کھلاؤ، اس طرح ہم نے چوپاؤں کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے کہ تم شکرگزاری کرو"۔(الحج:۳۶)

مجاہد فرماتے ہیں کہ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ سے یہاں اجر و ثواب اور منافع مراد ہے۔(مختصر تفسیر ابن کثیر:۲/۵۴۴)

۴۔اسی طرح تمام عبادتوں کی طرح حج بھی اللہ تعالی نے چند حکمتوں کے تحت مشروع کیا ہے' جن کا جاننا تمام حاجیوں پر ضروری ہے' مندرجہ ذیل سطور میں چند حکمتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

أ۔ ذکر الہی: یہ اس عبادت کا سب سے پہلا مقصد ہے' چونکہ اللہ تعالی اس عبادت کے ذریعہ دوران حج تمام دلوں کو جوڑنا چاہتا ہے' اسی لئے اللہ تعالی نے اس عبادت کے سارے ارکان کو ذکر الہی سے جوڑ دیا ہے جسے ہم جا بجا پڑھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے' اپنے فائدے حاصل کرنے کو آ جائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ"۔ (الحج:۲۷-۲۸)

☆ حاجی مقام عرفہ کا سفر کیوں کرتا ہے؟ اسی لئے کہ وہ وہاں جا کر دعا اور اللہ تعالی کا ذکر واذکار کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا"خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ"۔"سب سے بہتر دعا عرفہ والے دن کی دعا ہے"۔(جامع الترمذی:۳۵۸۵ و حسنہ الالبانی)

☆ حاجی مقام عرفہ سے مزدلفہ اور مشعر حرام کا سفر کیوں کرتا ہے؟ تاکہ وہ اللہ تعالی کا ذکر واذکار کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ، ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "مسجد حرام کے پاس ذکر الہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔ پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں اور اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتے رہو یقیناً اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے"۔(البقرۃ:۱۹۸-۱۹۹)

اور نبی ﷺ نے حکم الہی کے مطابق اس پر عمل کیا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے "ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا"۔" پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام آئے اور قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا' اللہ اکبر کہا' لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی توحید پکاری اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ بخوبی روشنی ہو گئی"۔ (صحیح مسلم:۱۲۱۸)

پھر نبی ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوران حج وہی کام اسی طرح انجام دیا جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا تھا

'سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ، فَيَقِفُونَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُونَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ، ثُمَّ يَرْجِعُونَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ"۔ "عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے ٹھہرنے اور کوچ کرنے سے پہلے ہی (منیٰ) آ جاتے تھے"۔(صحیح بخاری:۱۶۷۶)

☆ پھر ایام منی شروع ہوتے ہیں اور یہ ایام بھی ذکر واذکار ہی پر مشتمل ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى اور اللہ تعالی کی یاد ان گنتی کے چند ایام (ایام تشریق) میں کرو دو دن کی جلدی کرنے والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ پرہیز گار کے لئے ہے اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو اور جان رکھو تم سب اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے"۔(البقرۃ:۲۰۳)

☆ اسی طرح جب حاجی اپنا جانور قربان کرتا ہے تو اس وقت بھی اللہ تعالی کا نام لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں"۔(الحج:۳۴)

اور فرمایا: وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالی کی نشانیاں مقرر کر دی ہیں ان میں تمہارے لئے نفع ہے پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو"۔(الحج:۳۶)

☆ حج کے ذکر واذکار میں سے تلبیہ بھی ہے' مقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کے بعد تلبیہ پکارنا نبی ﷺ سے ثابت ہے۔(صحیح بخاری:۱۷۱۴)

اور حاجی مقام عرفہ کی جانب تلبیہ پکارتے ہوئے جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا محمد بن ابی بکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا، فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا، فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ"۔ "انہوں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور وہ دونوں منیٰ سے عرفات کو جارہے تھے کہ تم لوگ آج کے دن نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی ہم میں سے تلبیہ کہتا تھا تو اس کو کوئی منع نہ کرتا تھا اور کوئی ہم میں سے اللہ اکبر کہتا تھا تو اس کو بھی کوئی منع نہ کرتا تھا"۔(صحیح مسلم:۱۲۸۵)

پھر مزدلفہ میں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "أَنَّهُ لَبَّى لَيْلَةَ جَمْعٍ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا رَأَيْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يُلَبِّي"۔ "انہوں نے مزدلفہ کی رات تلبیہ پکارا پھر فرمایا کہ یہاں پر میں نے اس کو تلبیہ پکارتے ہوئے دیکھا ہے جس پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی ہے"۔(مسند أحمد:۳۹۷۶)

اور مزدلفہ سے روانہ ہوتے وقت جیسا کہ عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ "أَنَّ عَبْدَ اللهِ، لَبَّى حِينَ أَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ فَقِيلَ أَعْرَابِيٌّ هَذَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَنَسِيَ النَّاسُ أَمْ ضَلُّوا، سَمِعْتُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ يَقُولُ: فِي هَذَا الْمَكَانِ 'لَبَّيْكَ، اللَّهُمَّ، لَبَّيْكَ" سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مزدلفہ سے لوٹے تو لبیک پکاری، تو لوگوں نے کہا کہ شاید یہ گاؤں کا کوئی آدمی ہے؟ (یعنی جواب لبیک پکارتا ہے) تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا لوگ بھول گئے (سنت رسول اللہ ﷺ کو) یا گمراہ ہو گئے؟ میں نے خود ان سے سنا ہے جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی (یعنی رسول اللہ ﷺ سے) کہ وہ اس جگہ میں لبیک پکارتے تھے"۔(صحیح مسلم:۱۲۸۳)

اور آپ ﷺ تلبیہ پکارتے رہے تا آنکہ انہوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی جیسا کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَبَّى حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ"۔ "رسول اللہ ﷺ (دسویں ذوالحجہ کو) جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے"۔(سنن أبی داؤد:۱۸۱۵ وصححہ الالبانی)

اور جب حاجی اپنا حج پورا کرلے تو وہ اپنے اوپر ذکرالہی کو لازم سمجھے نا کہ اسے ترک کردے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا پھر جب تم ارکان حج ادا کرچکو تو اللہ تعالی کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ"۔(البقرۃ:۲۰۰)

ب۔ حج کی مصلحتوں میں سے حکم الہی کی بجا آوری بھی ہے 'اسے بھی شعائر حج میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے ہم حاجی کے واجبات میں شمار کرتے ہیں' ویسے حاجی بہت ساری عبادتیں ایسی انجام دیتا ہے جن میں کوئی خاص حکمت نظر نہیں آتی ہے پھر بھی وہ شریعت کا حکم ہے جیسے سات چکر طواف اور سعی' اور طواف کا حجر اسود سے اور سعی کا صفا سے شروع کرنا' جمرات کا سات کنکریاں مارنا' یہ سب کام ایک حاجی حکم الہی کی بجا آوری اور احکام شریعت کی پابندی میں کرتا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا: "أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ، فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ المُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ"۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کرکے فرمایا: "بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے ہاتھ سے مس کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے نہ چھوتا' اس کے بعد آپ نے اسے ہاتھ لگایا' پھر فرمایا: اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے' ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی اب تو اللہ نے ان کو تباہ کردیا ہے' پھر فرمایا جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے"۔(صحیح بخاری:۱۶۰۵)

یعلی بن امیہ فرماتے ہیں کہ "طُفْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الرُّكْنِ الَّذِي يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ، أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِيَسْتَلِمَ، فَقَالَ: أَمَا طُفْتَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهَلْ رَأَيْتَهُ يَسْتَلِمُهُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَانْفُذْ عَنْكَ، فَإِنَّ لَكَ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"۔ "میں نے عمر بن خطاب کے ساتھ طواف کیا' جب میں اس رکن کے پاس پہونچا جو دروازے کے بعد ہے اور جس سے حجر ملا ہوا ہے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ وہ استلام کریں' تو انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ طواف کیا ہے؟ تو میں نے کہا: کیوں نہیں' انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے انہیں اس کنارے کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں' تو انہوں نے کہا اسے چھوڑ دو کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی آپ کے لئے نمونہ ہے"۔(مسند أحمد:۲۵۳ و صححه شعيب الارنووط)

یہ سبق ہمیں ہاجر علیہا السلام سے ملا' چونکہ انہیں ابراہیم علیہ السلام نے جب اس وادی میں چھوڑا جہاں نہ پانی تھا نہ کھیت تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا: "يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الوَادِي، الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لاَ يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ"۔ "اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے' آخر ہاجر علیہا السلام نے پوچھا کیا اللہ تعالی نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں' اس پر ہاجر علیہا السلام بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالی ہماری حفاظت کرے گا، وہ ہم کو ہلاک نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آگئیں"۔(صحیح بخاری:۳۳۶۴)

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "فِيمَ الرَّمَلَانِ الْآنَ؟ وَقَدْ أَطَّأَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ، وَنَفَى الْكُفْرَ وَأَهْلَهُ، وَايْمُ اللَّهِ، مَا نَدَعُ شَيْئًا، كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ "اب دونوں رمل (ایک طواف کا، دوسرا سعی کا) کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو اللہ تعالی نے اسلام کو مضبوط کردیا، اور کفر اور اہل کفر کا خاتمہ کردیا ہے، لیکن قسم اللہ کی! ہم تو کوئی ایسی بات چھوڑنے والے نہیں جس پر ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں عمل کیا کرتے تھے"۔(سنن ابن ماجہ:۲۹۵۲' سنن أبي داؤد:۱۸۸۷' صحیح ابن

خزیمۃ: ۱۲۲۹ و صححہ الالبانی)

ج۔ حج کے دروس میں سے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا اور صبر و ضبط سے کام لینا بھی ہے' ایک انسان اگر اللہ تعالی کی خوشنودی کا طالب ہے تو دوران حج آنے والی پریشانیوں پر صبر اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے' اللہ کے رسول ﷺ نے اسی پریشانی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا "يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ: الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ"۔ "اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن ان پر ایسا جہاد ہے جس میں لڑائی نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱ و صححہ الالبانی)

گویا دوران حج ایک حاجی حسن معاشرت اور صحیح اخلاق کا مرقع ہو' دوران حج ایک حاجی کو تھکاوٹ یا بھیڑ کی وجہ سے یا کسی حاجی کی طرف سے کوئی تکلیف پہونچے تو اس پر صبر کرے نہ کہ اس سے لڑے یا گالی گلوچ کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ "حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے"۔ (البقرۃ: ۱۹۷)

اور جو حاجی گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا نہیں کرتا اس کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"۔ "جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا"۔ (صحیح بخاری: ۱۵۲۱)

دوران حج ایک حاجی اچھی باتیں کرے نیز غرباء و مساکین پر خرچ کرے انہیں کھانا کھلائے کیوں کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "الْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَا بِرُّ الْحَجِّ؟ قَالَ: طِيبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ"۔ "حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے' کہا گیا کہ حج مبرور کیا ہے؟ فرمایا اچھی بات کرنا اور کھانا کھلانا"۔ (شعب الایمان: ۳۸۲۴ وحسنہ الالبانی فی صحیح الجامع: ۲۸۱۹)

د: دروس حج میں سے مشرکین کے رسومات کی مخالفت کرنا بھی ہے اور حج ایک ایسی عبادت ہے جس کے تمام شعائر اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے مشروع کیا تھا' اسی سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں "كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ، فَإِنَّكُمُ الْيَوْمَ عَلَى إِرْثٍ، مِنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ"۔ تم لوگ اپنے مشاعر ادا کرو، کیونکہ تم آج ابراہیم علیہ السلام کے میراث کے وارث ہو"۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۱' المستدرک علی الصحیحین: ۱۶۹۹ و صححہ الالبانی)

لیکن قریش نے اپنی خواہش کے مطابق اس میں تبدیلی کردی یہاں تک کہ جب نبی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو تمام شعائر کو ویسے ہی نافذ کیا جیسے اللہ تعالی نے حکم دیا تھا اور اس چیز کو جسے قریش نے اپنایا تھا اور حسب خواہش تمام احکام میں تبدیلی کردی اسے ترک کردیا' جن جن احکام میں قریش نے تبدیلی کی تھی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مقام عرفہ میں وقوف نہیں کرتے تھے بلکہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلَامُ أَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ، ثُمَّ يَقِفَ بِهَا، ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا' فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (البقرہ: ۱۹۹)" پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ عرفات میں آئیں اور وہیں وقوف کریں اور پھر وہاں سے مزدلفہ آئیں۔ آیت ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ سے یہی مراد ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۵۲۰)

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ "كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ كَانَ عَلَى دِينِهَا وَهُمُ الحُمْسُ يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ: نَحْنُ قَطِينُ اللهِ، وَكَانَ مَنْ سِوَاهُمْ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (البقرۃ: ۱۹۹)" "قریش اور ان کے ہم مذہب لوگ - اور یہ "حمس" کہلاتے ہیں - مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے: ہم تو اللہ کے گھر کے مکین ہیں (یعنی ہم حرم کے رہنے والے ہیں اور حرم سے نہیں نکلیں گے اس لئے عرفات نہیں جاتے)، اور جو ان کے علاوہ لوگ تھے وہ عرفہ میں وقوف کرتے تھے تو اللہ نے آیت کریمہ (اور تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں) نازل فرمائی"۔ (جامع الترمذی: ۸۸۴ و

صححہ الالبانی)

اس حدیث کا معنی ہے کہ " أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ كَانُوا لَا يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَرَمِ، وَعَرَفَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ، وَأَهْلُ مَكَّةَ كَانُوا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، وَيَقُولُونَ: نَحْنُ قَطِينُ اللَّهِ، يَعْنِي: سُكَّانَ اللَّهِ، وَمَنْ سِوَى أَهْلِ مَكَّةَ كَانُوا يَقِفُونَ بِعَرَفَاتٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (البقرہ: ۱۹۹)، وَالْحُمْسُ هُمْ أَهْلُ الْحَرَمِ "۔" اہل مکہ حرم سے باہر نہیں جاتے تھے اور عرفہ حرم سے باہر ہے، اہل مکہ مزدلفہ ہی میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے: ہم اللہ کے آباد کئے ہوئے لوگ ہیں، اور اہل مکہ کے علاوہ لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے تو اللہ نے حکم نازل فرمایا: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔ "حمس" سے مراد اہل حرم ہیں"۔(جامع الترمذی: ۸۸۴)

سنن ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "قَالَتْ قُرَيْشٌ: نَحْنُ قَوَاطِنُ الْبَيْتِ، لَا نُجَاوِزُ الْحَرَمَ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (البقرہ: ۱۹۹)"۔ "قریش کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے رہنے والے ہیں، حرم کے باہر نہیں جاتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ (پھر تم بھی وہیں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں یعنی عرفات سے) نازل کیا"۔(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۸ و صححہ الالبانی)

اس سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ نے جان بوجھ کر مخالفت کی جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "فَسَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ"۔ "اور رسول اللہ ﷺ چلے اور قریش یقین کرتے تھے کہ آپ ﷺ مشعر حرام میں وقوف کریں گے جیسا قریش کے لوگوں کی ایام جاہلیت میں عادت تھی، آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عرفات پہنچے"۔(صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "وكان الشيطان قد استهواهم فقال لهم: إنكم إن عظمتم غير حرمكم استخف الناس بحرمكم، فكانوا لا يخرجون من الحرم"۔ "شیطان نے انہیں ورغلایا یہ کہہ کر کہا گر تم نے حرم کے علاوہ دیگر مقامات کو عظمت بخشا تو لوگ تمہارے حرم کو حقیر سمجھنے لگیں گے ان کے دل میں یہی بات بیٹھ گئی پھر وہ حرم سے نکلنا گوارہ نہیں کرتے تھے"۔(فتح الباری: ۳/۵۱۶)

مشرکین مقام عرفہ سے دو پہر ہی میں روانہ ہو جاتے تھے لیکن آپ ﷺ ان کی مخالفت کرتے ہوئے سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہوئے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ كَأَنَّهَا الْعَمَائِمُ عَلَى رُءُوسِ الرِّجَالِ دَفَعُوا، فَيَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَكَانَتْ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ كَأَنَّهَا الْعَمَائِمُ عَلَى رُءُوسِ الرِّجَالِ دَفَعُوا، فَأَخَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّفْعَةَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ دَفَعَ حِينَ أَسْفَرَ كُلُّ شَيْءٍ فِي الْوَقْتِ الْآخِرِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ"۔ "اہل جاہلیت مقام عرفہ میں وقوف کرتے تھے حتیٰ کہ جب سورج پہاڑوں کے سروں پر پگڑی کی طرح ہوتا تو وہ وہاں سے چلتے اور آکر مقام مزدلفہ میں وقوف کرتے حتیٰ کہ جب سورج پہاڑوں کے سروں پر پگڑی کی طرح ہوتا تو وہ وہاں سے چلتے تو آپ ﷺ نے عرفہ سے روانگی کو سورج کے غروب ہونے تک مؤخر کر دیا، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو مقام مزدلفہ میں آپ نے فجر کی نماز ادا کی، پھر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے جب ہر طرف روشنی ہو گئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو گئے"۔(صحیح بن خزیمۃ: ۲۸۳۸)

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَحَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أَهْلَ الشِّرْكِ وَالْأَوْثَانِ، كَانُوا يَدْفَعُونَ مِنْ هَا هُنَا عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، حِينَ تَكُونُ الشَّمْسُ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ مِثْلَ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلَى رُءُوسِهَا، فَهَدْيُنَا مُخَالِفٌ لِهَدْيِهِمْ، وَكَانُوا يَدْفَعُونَ مِنَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ، مِثْلَ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلَى رُءُوسِهَا فَهَدْيُنَا مُخَالِفٌ

لِهَدْيِهِمْ"۔ "ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے مقام عرفہ میں خطبہ دیا تو اللہ کی حمد وثنا بیان کیا پھر کہا کہ اہل شرک یہاں سے غروب کے وقت جاتے تھے جس وقت سورج پہاڑوں کے سروں پر پگڑی کی طرح ہوتا تھا تو ہمارا طریقہ ان کے مخالف ہے اسی طرح مشعر حرام سے وہ سورج کے طلوع ہونے کے وقت جاتے تھے جس وقت سورج پہاڑوں کے سروں پر پگڑی کی طرح ہوتا تھا تو ہمارا طریقہ ان کے مخالف ہے"۔(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۰۹۷ و قال صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذھبی)

دور جاہلیت کی مخالفت میں سے توشے کا لے جانا بھی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان کیا ہے کہ:"كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلاَ يَتَزَوَّدُونَ، وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ، فَإِذَا قَدِمُوا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى (البقرۃ: ۱۹۷)" یمن کے لوگ راستہ کا خرچ ساتھ لائے بغیر حج کے لیے آجاتے تھے کہتے تو یہ تھے کہ ہم توکل کرتے ہیں لیکن جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگنے لگتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اور توشہ لے لیا کرو اور سب سے بہتر توشہ تو تقویٰ ہی ہے)"۔(صحیح بخاری: ۱۵۲۳)

(نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ) کا معنیٰ کیا ہے؟ صاحب عون المعبود لکھتے ہیں کہ " وَالْحَالُ أَنَّهُمُ الْمُتَاكِلُونَ أَوِ الْمُعْتَمِدُونَ عَلَى النَّاسِ يَقُولُونَ نَحُجُّ بَيْتَ اللَّهِ وَلَا يُطْعِمُنَا وَسَأَلُوا فِي مَكَّةَ كَمَا سَأَلُوا فِي الطَّرِيقِ " وہ لوگ توکل کا دکھاوا کرنے والے تھے یا لوگوں پر اعتماد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا حج کریں اور وہ ہمیں نہ کھلائے؟ وہ لوگ مکہ میں بھی اسی طرح مانگتے تھے جس طرح راستے میں مانگتے تھے ۔(عون المعبود: ۱۰۷/۵)

نبی ﷺ کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ امت دور جاہلیت کے طور طریقوں سے نہ آشنا ہو جائے اسی لئے آپ ﷺ نے دور جاہلیت کے طور طریقوں کی مخالفت کرتے ہوئے حج تمتع مشروع کیا چونکہ دور جاہلیت میں حج کے مہینے میں عمرہ کرنا ممنوع تھا جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:"كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الأَرْضِ، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا، وَيَقُولُونَ: إِذَا بَرَا الدَّبَرْ، وَعَفَا الأَثَرْ، وَانْسَلَخَ صَفَرْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ، قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْحِلِّ؟ قَالَ: حِلٌّ كُلُّهُ"۔ "عرب سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا روئے زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے یہ لوگ محرم کو صفر بنا لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ستا لے اور اس پر خوب بال اگ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے (یعنی حج کے ایام گزر جائیں) تو عمرہ حلال ہوتا ہے پھر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے حج کو عمرہ بنا لیں، یہ حکم (عرب کے پرانے رواج کی بنا پر) عام صحابہ پر بڑا بھاری گزرا انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کونسا حلال ہونا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مکمل حل (جس میں تمہارے لئے تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی) " ۔ (صحیح بخاری: ۱۵۶۴ صحیح مسلم: ۱۲۴۰)

سنن أبي داود اور صحیح ابن حبان میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:"وَاللَّهِ مَا أَعْمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ فِي ذِي الْحِجَّةِ إِلَّا لِيَقْطَعَ بِذَلِكَ أَمْرَ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ قُرَيْشٍ وَمَنْ دَانَ دِينَهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا عَفَا الْوَبَرْ وَبَرَأَ الدَّبَرْ وَدَخَلَ صَفَرْ فَقَدْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ فَكَانُوا يُحَرِّمُونَ الْعُمْرَةَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ"۔ "قسم اللہ کی! رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذی الحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کرایا تھا کہ اس سے اہل شرک کا عمل باطل کریں بلاشبہ قبیلہ قریش اور ان کے اہل دین کہا کرتے تھے کہ جب اونٹوں کے بال بڑھ جائیں، ان کے زخم ٹھیک ہو جائیں اور ماہ صفر شروع ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہو گیا یہ لوگ ان دنوں میں عمرہ کرنے کو حرام کہتے تھے حتیٰ کہ ذوالحجہ اور محرم گزر جائے"۔(سنن أبي داؤد: ۱۹۸۷)

(بَرَأَ الدَّبَرْ) کا معنیٰ کیا ہے؟ صاحب عون المعبود لکھتے ہیں کہ:" مَا كَانَ يَحْصُلُ بِظُهُورِ الْإِبِلِ مِنَ الْحَمْلِ عَلَيْهَا وَمَشَقَّةِ السَّفَرِ فَإِنَّهُ كَانَ يَبْرَأُ بَعْدَ انْصِرَافِهِمْ مِنَ الْحَجِّ كَذَا

فِي الْفَتْحِ"۔ ''اونٹوں پر بوجھ لادنے اور سفر کی مشقت کی وجہ سے ان کے پیٹھ کو جو چیز یعنی زخم لاحق ہوتا تھا حج سے لوٹنے کے بعد وہ ٹھیک ہوجایا کرتا تھا' اسی کو یہاں (بَرَ أَ الدَّبَرُ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی بات فتح الباری میں بھی ہے''۔(عون المعبود:۳۲۰/۵)

(وعفا الأثر) کا معنی ہے'' اندرست آثار سیر هذه الإبل أو اندرست آثار الدبر المذکور'' اونٹوں کے سفر کی نشانیوں کا مٹ جانا نیز مذکورہ زخموں کے نشانات کا ختم ہوجانا۔ (عون المعبود:۳۲۰/۵)

☆اسی طرح دور جاہلیت میں لوگ تلبیہ دوسرے انداز سے پکارتے تھے تو آپ ﷺ نے اس کی بھی مخالفت کیا جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:''كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ: لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلَكُمْ، قَدْ قَدْ فَيَقُولُونَ: إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ، يَقُولُونَ هَذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ''مشرکین کہتے تھے'' لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ''۔ تو اللہ کے رسول ﷺ کہتے تھے کہ تمہارا ستیاناس ہو رک جاؤ رک جاؤ' مگر وہ کہتے تھے: مگر ایک ہے شریک جو تمہارا ہے تم اس کے مالک ہو اور ان چیزوں کے بھی جسکا وہ مالک ہے وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے''۔(صحیح مسلم:۱۱۸۵)

اور اس کے مقابلے میں نبی ﷺ نے شرعی تلبیہ مشروع کیا ''لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالمُلْكَ، لاَ شَرِيكَ لَكَ''حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں میں، تیرا کوئی شریک نہیں' حاضر ہوں، تمام حمد تیرے ہی لئے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، بادشاہت تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں''۔(صحیح بخاری:۱۵۴۹)

☆اسی طرح مشرکین کی مخالفت میں سے نبی ﷺ کا مقام مزدلفہ سے جلدی یعنی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے نکلنا بھی ہے' جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے جلدی نکلنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے' عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ:''شَهِدْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ، ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ: إِنَّ المُشْرِكِينَ كَانُوا لاَ يُفِيضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ''۔ ''جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھی تو میں بھی موجود تھا، نماز کے بعد آپ ٹھہرے اور فرمایا کہ مشرکین (جاہلیت میں یہاں سے) سورج نکلنے سے پہلے نہیں جاتے تھے کہتے تھے اے ثبیر! (ایک پہاڑ) تو چمک جا' نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کی مخالفت کی اور سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گئے''۔(صحیح بخاری:۱۶۸۴)

'أَشْرِقْ ثَبِيرُ'' کا معنی ہے کہ اے جبل ثبیر تجھ پر سورج طلوع ہوجائے۔(فتح الباری:۵۳۱/۳)

اور مسند احمد میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''كَانَ الْمُشْرِكُونَ لَا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ حَتَّى تَشْرِقَ الشَّمْسُ عَلَى ثَبِيرٍ، فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ''۔ ''مشرکین جبل ثبیر پر سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے کوچ نہیں کرتے تھے' تو نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کیا اور آپ سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے کوچ کر گئے''۔(مسند احمد:۲۰۰)

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ:''وَكَانُوا يَقُولُونَ: أَشْرِقْ ثَبِيرُ كَيْمَا نُغِيرُ يَعْنِي: فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ''۔ ''وہ لوگ کہتے تھے کہ اے ثبیر طلوع ہوجا تا کہ ہم قربان گاہ چلے جائیں یعنی نبی ﷺ نے ان کی مخالفت کیا اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے روانہ ہو گئے''۔(مسند احمد:۲۷۵)

دور جاہلیت میں حج کے دوران لوگ اپنے آباء واجداد پر فخر کرتے تھے نیز شعر وشاعری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے تو اللہ تعالی نے اسے مقام ذکر بنادیا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ:''كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقِفُونَ فِي الْمَوْسِمِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ كَانَ أَبِي يُطْعِمُ وَيَحْمِلُ الْحَمَالَاتِ وَيَحْمِلُ الدِّيَاتِ لَيْسَ لَهُمْ ذِكْرٌ غَيْرَ فِعَالِ آبائهم فأنزل الله على مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ''۔''حج کے موسم میں اہل جاہلیت وقوف کرتے تھے تو ان میں کا ایک آدمی کہتا تھا کہ میرا باپ غریبوں کو کھلاتا تھا' دوسروں کے مالی بوجھ اٹھاتا تھا

'دوسروں کی طرف سے دیت دیا کرتا تھا یعنی اپنے باپ کے کارنامے کے علاوہ اور کوئی تذکرہ وہاں نہیں ہوتا تھا تو اللہ تعالی نے محمد ﷺ پر نازل کیا (اللہ کا ذکر اپنے آباء کی طرح یا اس سے بھی زیادہ کرو)"۔(الأحاديث المختارة:۱۰۸)

ہ: حج کی مشروعیت کی ایک حکمت مشرکین کا گھمنڈ توڑنا بھی ہے'اوراس حکمت کو نبی ﷺ نے سرفہرست رکھا ہےاورصرف انکی مخالفت نہیں کی بلکہ نفسیاتی طور پر بھی انہیں پست کیا' اوراللہ کے نبی کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی وہ اعمال انجام دیتے ہیں جیسے دوران سعی اور طواف کعبہ کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:"قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ الثَّلاَثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ"۔ "(عمرۃ القضاء ۷ ھ میں) جب رسول اللہ ﷺ (مکہ) تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا کہ محمد ﷺ آئے ہیں، ان کے ساتھ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ منورہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل (تیز چلنا جس سے اظہار قوت ہو) کریں اور دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسب معمول چلیں اور آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ سب پھیروں میں رمل کریں اس لیے کہ ان پر آسانی ہو"۔(صحیح بخاری:۱۶۰۲'صحیح مسلم:۱۲۶۶)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کر کے فرمایا:"أَمَا وَاللهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لاَ تَضُرُّ وَلاَ تَنْفَعُ، وَلَوْلاَ أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ، فَاسْتَلَمَهُ"۔ بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چھوتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے مس نہ کرتا۔ اس کے بعد آپ نے اسے مس کیا"۔(صحیح بخاری:۱۶۰۵،صحیح مسلم:۱۲۷۰)

پھر فرمایا:"فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلاَ نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ"۔"اوراب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے'ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی اب تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا' پھر فرمایا: جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے ہم اب بھی چھوڑ نا پسند نہیں کرتے"۔(صحیح بخاری:۱۶۰۵)

اضطباع دائیں کندھے اور بازو کے کھولنے کا نام ہے' یہ بھی مشرکین کو زچ کرنے کے لئے تھا' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"بَلَغَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ قُرَيْشًا تَقُولُ: مَا يَتَبَاعَثُونَ مِنَ الْعَجَفِ"۔"اللہ کے رسول ﷺ کے اصحاب کو یہ بات پہونچی ہے کہ قریش (صحابہ کے بارے میں) کہتے تھے کہ وہ لوگ کمزوری کی وجہ اٹھ کر چل نہیں پار ہے ہیں"۔(مسند احمد:۲۷۸۲)

"ثُمَّ أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، وَقَعَدَتْ قُرَيْشٌ نَحْوَ الْحِجْرِ، فَاضْطَبَعَ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا يَرَى الْقَوْمُ فِيكُمْ غَمِيزَةً"۔"پھر اللہ کے رسول ﷺ آئے حتی کہ مسجد میں داخل ہوئے اور قریش حجر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ اپنی چادر سے اضطباع کیا پھر کہا یہ لوگ تمہارے اندر کوئی کمزوری نہیں دیکھیں"۔(مسند احمد:۲۷۸۲)

آخری بات رمی جمار کی ہے'رمی جمار سے شیطان سے ہماری دشمنی اوراس سے نفرت وعداوت کی تجدید ہوتی ہے' یہ حرکت ہمیں ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی وہ کارکردگی یاد دلاتی ہے جس وقت شیطان نے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کے سلسلے میں انہیں اطاعت الہی سے بہکانے کا ارادہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو وہیں پہ رجم کیا اور وہیں پہ اس سے اپنی دشمنی کا اظہار کیا' ہم دوران حج ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا اور شیطان سے نفرت کے اظہار میں رمی جمار کرتے ہیں۔

حج ہمیں یوم آخرت کی یاد دلاتا ہے' چونکہ دوران حج ہمیں کئی طرح کی مشقتوں اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے جیسے ازدہام ' گرمی اور تھکان وغیرہ' اسی طرح جب ہم احرام پہنتے ہیں تو ہمیں ہمارے کفن یاد آتے ہیں جس میں ہمیں قبروں تک لے جایا جائے گا۔

واللہ ھو الموفق للصواب والھادی الی سبیل الرشاد

ناقابل تردید

عیدگاہ کی طرف یا سنیما گاہ کی طرف

شعبان بیدار

عیدالاضحیٰ عیدالفطر کی طرح ہزاروں خوشیاں لے کر آتی ہے۔ ہر بچہ ہنستا ہوا ہر جوان مسکراتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ خوشی اس لئے ہے کہ شیطان لعین حضرت انسان کے ہاتھوں ایک بار پھر انتہائی سخت ہزیمت سے دوچار ہوا، اور نسل انسانی کے سرتاج سرآمد موحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان نے پوری شیطانی ذرّیت اور ابلیس کے لاؤ لشکر کو چاروں شانے چت کردیا۔ انسان کا مرتبہ ایک بار پھر بلند ہوا اور صحرائے عرب نے میدان کارزار میں شیطانوں کو لنگوٹیاں چھوڑ کر بھاگتے دیکھا فرشتوں نے ایک بار پھر ندامت کا اظہار کیا "سُبحَانَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا" فرش سے عرش تک کائنات کی ہر شئے گوش برآواز منیٰ کی دھرتی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی اور یکا یک انسان زندہ باد اور اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ فضائے کائنات گونج اٹھی۔

خوشی صرف اس بات کی نہیں انسان بظاہر اس آزمائش میں کامیاب ہوگیا تھا اصل خوشی اس بات کی بھی ہے کہ انسان کا یہ نذرانہ عقیدت خالق ارض وسماء نے قبول کرلیا اور قبولیت کی معراج یہ تھی کہ انسان کو بڑے لاڈ اور بڑے محبّانہ اور رحیمانہ طور سے یہ طرّہ امتیاز بخشا "قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا" میرے بندے تو نے آج خواب بھی سچ کر دکھایا سو ہم بدلہ بھی ویسا دیتے ہیں بھلائیاں کرنے والوں کو!

آج انسانی دنیا کا ہر فرد اسی جذبے کے تحت جانوروں کی قربانی کرتا ہے اسے قربانی کا حکم سن کر کوئی ملال نہیں ہے خوشی ہے۔ عجیب خوشی کہ دینے والے رب نے ہم سے مانگا ہے ہمارا مقام بلند کرنے کے لئے۔ پھر قربانی کرنے کے بعد بھی مگن ہے کہ اپنا مال اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی توفیق رب نے دے دی یہ بھی بڑے شرف کی بات ہے، اس پر بھی انسان بہت خوش ہے۔ اسی خوشی میں وہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کھلاتا ہے۔ فقیروں اور محتاجوں کی طرح لوگوں کو اپنے دروازے پر لانے کے لئے عاجزی کرتا ہے جتنا کچھ اس کا لوگوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے اس کو سرمایہ جانتا ہے۔

لیکن میرے دوستو آپ کا دل ایسا پاک، جذبات ایسے حسین، خیالات اتنے شفاف پھر کیا ہوا ہے آپ کو جو ناچنے گانے والوں کی مارکیٹ بڑھانے کے لئے آپ نکلے ہیں۔ برہنہ بدن طوائف کی حرکتوں کو آپ گاڑھی کمائی سے چند لمحوں کے لئے خریدنے کے لئے نکلے ہیں اچھا آپ تو اسرائیل کا بائیکاٹ بھی کر رہے ہیں نا! پھر میرے دوستو آپ کا یہ کیسا ایمان ہے جو فلاپ فلموں کو کامیاب بنانے کے لئے سنیما گھروں کی طرف نکل پڑے ہو۔

کسی مسجد مدرسے میں تعاون کے لئے قوم کا عذر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں حقیقت کیا ہے روپیہ قومی اور دینی کاز میں جائے گا یا کسی کے پیٹ میں۔

مگر یہاں تو کتاب حقیقت کھلی ہوئی ہے کہ جو پیسہ سنیما گھروں میں خرچ ہونے جارہا ہے وہ دراصل ہر سکے کے بدلے ہزاروں ٹن آگ خریدنے کا معاملہ ہے اور دوسری طرف شب و روز شراب کے خمار میں بدمست جوکروں کے عیش ونشاط کا ہم سامان کرنے جارہے ہیں۔

ان کے ہر عیب کو ہمارے روپیوں نے ادا بنادیا ہے مگر ہمیں یہ قطعی نظر نہیں آرہا ہے۔ انسان واقعی بہت عجیب ہے جان بوجھ کر فریب کھاتا رہتا ہے۔

تذکیر

دنیا کی چار بیش بہا نعمتیں

ابو البیان رفعت سلفی

☆ دور حاضر مادہ پرستی کا دور ہے، محض کثیر مال و دولت، اچھے اور عالیشان مکانات وحویلیاں، زرق برق ملبوسات، اور قیمتی سے قیمتی سواریوں کا حصول ہی اکثر انسانوں کی زندگی کا مقصد اصلی بن چکا ہے، اور بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی اکثریت بھی اسی گمراہ کن و پرفریب نظریہ کی حامل بنتی جارہی ہے جس کے نتیجے میں آج پوری دنیا میں خودغرضی، احسان فراموشی، نفس پرستی، دہشت گردی، اور انسانی حقوق کی پامالی کا بازار گرم ہے۔

☆ دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی کی ضمانت دیتا ہے، اس لئے اپنی پوری دنیاوی زندگی صرف آخرت کے حصول کے لئے قربان کردینا اور دنیا کو بالکل فراموش کردینا سراسر غیر اسلامی نظریہ ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص:۷۷) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔

حافظ ابن کثیر مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: قارون کی قوم کے بزرگوں، نیک لوگوں اور عالموں نے جب قارون کی سرکشی اور تکبر کو حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا نہ اکڑ، اس قدر غرور نہ کر، اللہ تعالیٰ کا ناشکرا نہ بن ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جائے گا، یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کرتا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے، ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش و عشرت ہی نہ کر بلکہ اچھا کھا اچھا پی، اچھا پہن، اچھا اوڑھ، جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا، نکاح سے راحت اٹھا، حلال چیزیں استعمال کر۔ لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ، جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی فراموش نہ کر، تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے، تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے، مسکینوں اور غریبوں کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے، ہر حقدار کا حق ادا کر، اور اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ اچھا سلوک واحسان کر، اور اپنے مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذا رسانی سے باز آجا اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا (تفسیر ابن کثیر اردو: جلد چہارم: ص:۱۱۸)

خود رحمت کائنات محمد رسول اللہ ﷺ بھی اللہ عز و جل سے آخرت کے ساتھ دنیا کی بھلائی بھی مانگا کرتے تھے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: "اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار"۔ (صحیح مسلم: ۲۶۹۰) "اے اللہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہم کو عذاب جہنم سے بچالے"۔

☆ دنیا کو بالکل فراموش کرکے صرف آخرت کی بھلائی کے لئے دعا کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو بیماری کی وجہ سے چوزے کی طرح ہو گیا تھا (یعنی بہت ضعیف و ناتواں ہو گیا تھا) آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ دعا کیا کرتا تھا؟ یا اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال کیا کرتا تھا؟ وہ بولا ہاں! میں کہا کرتا تھا کہ: اے اللہ جو کچھ تو مجھ کو آخرت میں عذاب دینے والا ہے وہ دنیا ہی میں دے دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ تجھ میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ تو اللہ کا عذاب برداشت کر سکے، تو نے یہ کیوں نہیں کہا کہ: یا اللہ مجھ کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما

اور مجھ کو عذاب جہنم سے بچالے پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا کی تو اللہ نے اس کو اچھا کر دیا۔(صحیح مسلم:۲۶۸۷)

☆دنیا ضرورت ہے،اور آخرت مقصد ہے ، آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں،مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر (نکال کر) دیکھے کہ وہ سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے۔(صحیح مسلم:۲۸۵۸)

☆آخرت کو پس پشت ڈال کر صرف دنیا کے پیچھے بھاگنا بھی کفریہ نظریہ ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: **مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا** (بنی اسرائیل:۱۸)"جو کوئی صرف دنیا چاہتا ہے تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں پھر اس کا ٹھکانہ جہنم مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ ذلیل ورسوا ہو کر داخل ہو جائے گا"۔

☆سید طنطاوی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰/اور ۲۰۱ **فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا......وقنا عذاب النار** کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ: ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے دو قسم کی دعا کرنے والے انسانوں کا تذکرہ کیا ہے:

(۱) کافر ومشرک جو صرف دنیا کے طلبگار ہیں آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(۱) مومن ومسلمان جو دنیاوی بھلائی کے ساتھ اللہ سے آخرت کی کامیابی کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔

رہی تیسری قسم یعنی ایسے انسان جو صرف آخرت کے طلبگار ہوں ان کا ذکر نہیں ہے کیونکہ دین اسلام اپنے متبعین کو دنیا کے حصول سے مطلق منع نہیں کرتا بلکہ دنیا کے حصول کے ساتھ آخرت کی تیاری کا بھی حکم دیتا ہے۔(التفسیر الوسیط للطنطاوی:ج ۱/ ۳۴۵۰)

☆قرآن مجید کے اندر اللہ رب العالمین نے متعدد مقامات پر اپنے محبوب بندوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں جہاں کی کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے،اور خصوصاً اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا نام لے کر یہ بشارت سنائی ہے کہ: **وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ** (سورۃ النحل:۱۲۲)"ہم نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور بیشک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں ہوں گے"۔

علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدیؒ نے **"و آتیناہ فی الدنیا حسنۃ"** کی تفسیر کے تحت ابراہیم علیہ السلام کو ملنے والی دنیا کی چار بڑی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔(۱) کشادہ روزی (۲) نیک بیوی (۳) نیک اولاد (۴) اخلاق حسنہ (تفسیر السعدی:ج ۱/ ۴۵۱)

بلاشبہ مذکورہ بالا چاروں نعمتیں دنیا کی عظیم و بیش بہا نعمتوں میں سے ہیں،قرآن و حدیث کے اندر مذکورہ چاروں نعمتوں کی بڑی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور انہیں حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔کشادہ روزی: سے مراد حلال کشادہ روزی ہے، یہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے برخلاف بہت زیادہ تنگدستی و غریبی انسان کی ذلت وحقارت اور اس کی مظلومیت کا سبب بن جاتی ہے،اسی لئے محمد رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ فقیری و تنگدستی سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے،ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:**"اللھم انی اعوذبک من الفقر والقلۃ والذلۃ واعوذبک من ان اظلم او اظلم"**۔(صحیح ابو داؤد:۱۳۸۱)"اے اللہ! میں فقر، قلت مال اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" فقیری، قلت ، ذلت ، ظلم کرنے ، اور ظلم سہنے سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو"۔(الصحیحۃ:۱۴۴۵)

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کر لیا اور رب کا فرمانبردار ہو گیا،اور برابر سرابر روزی دیا گیا،اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا اس پر اس کو قناعت کی توفیق سے نوازا گیا۔(صحیح مسلم:۱۰۵۴)

☆حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: کفاف۔اتنی روزی کہ نہ زیادہ ہو نہ کم۔روزی کی اتنی مقدار کو کفاف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے سوال کرنے سے روک دیتی ہے، اس میں ایسے لوگوں کی فضیلت کا بیان ہے جو تھوڑے سے مال پر راضی رہتے ہیں اور لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اسی طرح اس میں کفاف کی بھی فضیلت ہے۔ اس لئے کہ مالداری اکثر انسان کو متکبر بنا دیتی ہے ،اور فقیری و غربت انسان کو ذلیل کر دیتی ہے،بقدر کفاف روزی میں یہ دونوں خطرے نہیں ہیں۔(ریاض الصالحین:ج:۱/ ۴۶۶)

۲۔نیک بیوی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عرض کیا گیا" یا رسول اللہ ﷺ نیک بیوی کون سی ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: وہ عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کردے، جب کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت کرے، نیز عورت کی جان اور مال کے معاملے میں شوہر جس چیز کو ناپسند کرتا ہو اس میں اس کی مخالفت نہ کرے۔(الصحیحہ:١٨٣٨)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عزت کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اسے (قیامت کے روز) کہا جائے گا جنت کے (آٹھوں) دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔ (صحیح الجامع:٦٦٠)

★ربنا آتنا فی الدنیا حسنة کی تفسیر میں بعض مفسرین نے حسنة سے نیک بیوی ہی کو مراد لیا ہے۔ذیل میں چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(١) علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: فی الدنیا حسنة سے مراد نیک بیوی ہے، اور فی الآخرة حسنة سے مراد جنت ہے۔ (معالم التنزیل: ٢٣٣/١)(تفسیر الثعلبی :١١٥/٢)

(٢) دکتور وہبہ بن مصطفی الزحیلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: فی الدنیا حسنة سے مراد نیک بیوی ہے۔(التفسیر المنیر للزحیلی :ج:٤/٢)

(٣) علامہ ابوبکر الجزائریؒ فرماتے ہیں کہ: حسنة الدنیا سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کو اچھی لگے اور نقصان نہ پہنچائے مثلاً نیک بیوی، نیک اولاد، اور حلال روزی وغیرہ، اور حسنة الآخرة سے مراد عذاب جہنم سے نجات اور جنت میں داخل ہونا ہے۔(ایسر التفاسیر: ١٨١/١)

☆ آدمی خواہ کتنا بھی مالدار اور خوشحال ہو لیکن اگر اسے نیک اور صابر وشاکر بیوی کے بجائے نافرمان اور ناشکری بیوی مل جائے تو زندگی کا پورا چین وسکون غارت ہوجاتا ہے، اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے نیک بیوی کو دنیا کی سب سے عظیم نعمت قرار دیا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک عورت ہے۔(صحیح مسلم:١٤٦٧)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے (١) اس کے مال کی وجہ سے (٢) اس کی خاندانی شرافت کی وجہ سے (٣) اس کے حسن وجمال کی وجہ سے (٤) اور اس کے دین کی وجہ سے، پس تو دیندار عورت سے شادی کرکے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (صحیح بخاری :٥٠٩٠)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں (١) نیک بیوی (٢) کشادہ گھر (٣) نیک پڑوسی (٤) اچھی سواری۔ اور چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں (١) بری بیوی (٢) برا پڑوسی (٣) بری سواری (٤) تنگ گھر۔(الصحیحہ:٢٨٢)

٣۔نیک اولاد: نیک بیوی اور نیک اولاد کو اللہ عزّ وجل نے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، اور اس کے حصول کے لئے اپنے محبوب بندوں کو دعا بھی سکھلائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا** (سورۃ الفرقان:٧٤) "اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو یہ دعا کرتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

آدمی خواہ اپنے وقت کا حکمراں و بادشاہ ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کی اولاد نیک وصالح اور شریف وفرمانبردار ہونے کے بجائے سرکش ونافرمان ہوجائے تو ایسا شخص بادشاہت وسلطنت ہونے کے باوجود بھی دنیا کا حقیقی راحت وآرام نہیں پاسکتا، یہی وجہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں نے بھی اللہ رب العالمین سے نیک اولاد کی حصول کے لئے دعا مانگی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا: **رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ** (سورۃ الصافات:١٠٠) "اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما"۔

زکریا علیہ السلام کی دعا: **رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ** (آل عمران:٣٨) "اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے"۔

☆ نیک اولاد کے ذریعہ ایک مسلمان کی دنیا وآخرت دونوں سنور جاتی ہے، اس طرح کہ نیک اولاد دنیاوی زندگی میں اپنے والدین کی ہر طرح سے خدمت کرتی ہے، اور مرنے کے بعد ان کے لئے اللہ رب العالمین سے دعا کرتی ہے: **رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا** (سورۃ بنی اسرائیل:٢٤) "اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے"۔ جس کی وجہ سے والدین کے اخروی درجات بھی بلند ہوجاتے ہیں۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نیک آدمی کا درجہ جنت میں بلند فرمادیتا ہے تو آدمی عرض کرتا ہے کہ: اے میرے رب! میرا درجہ کیسے بلند ہوا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "تیرے لئے تیرے بیٹے کے استغفار کرنے کی وجہ سے"۔(الصحیحۃ:۱۵۹۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، لیکن تین چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے (۱) صدقۂ جاریہ (۲) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جارہا ہو (۳) نیک اولاد جو اسکے لئے دعا کرے۔(صحیح مسلم:۱۶۳۱)

۴۔حسن اخلاق: حسن اخلاق ایسا سدا بہار ومشک بار پھول ہے جو انسانی زندگی کو ہمیشہ الفت ومحبت، فرحت وشادمانی، اور امن وآشتی کی خوشبوؤں سے معطر رکھتا ہے، اس کے برخلاف بد خلقی وتندمزاجی انسان کے دل کو بغض وعداوت، خودغرضی و شقاوت، اورنفرت وکدورت سے بھردیتی ہے، اور بدخلق انسان سے لوگ بدکتے اور دور بھاگتے ہیں۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ** (آل عمران: ۱۵۹)"اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان کیلئے نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اورسخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے"۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**المؤمن يألف ويؤلف ولا خير فيمن لا يألف ولا يؤلف وخير الناس انفعهم لهم**"۔(صحیح الجامع الصغیر:۶۶۶۲)

"مومن شخص وہ ہے جولوگوں سے محبت کرے اورلوگ اس سے محبت کریں، اوراس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو نہ لوگوں سے محبت کرے نہ لوگ اس سے محبت کریں، اورلوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جولوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہو"۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"**لا خير فيمن لا يضيف**"۔(صحیح الجامع:۷۴۹۲)

"اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو شخص اپنے مہمان کی مہمان نوازی نہ کرے"(قدرت رکھنے کے باوجود اپنے مہمان کو کھانا نہ کھلائے"۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:ج:۶/۵۵۲)

☆خوش اخلاق انسان جہاں ایک طرف دنیاوالوں کی نظر میں محبوب وپسندیدہ قرار دیا جاتا ہے تو وہیں دوسری طرف بارگاہ رب العزت میں بھی سرخرو ہوکر جنت الفردوس جیسے ابدی وبے مثال ٹھکانے کا مستحق قرار پاتا ہے۔جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کن اعمال کے سبب سب سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق، اور پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں انسانوں کے جہنم میں جانے کا سب سے زیادہ سبب بنیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔(سنن الترمذی:۲۰۰۴ وحسنہ الالبانی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کہا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! فلاں عورت(فرائض کے علاوہ) تہجد کا اہتمام بھی کرتی ہے نفلی روزے بھی رکھتی ہے صدقہ وخیرات بھی کرتی ہے، اور اس کے ساتھ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف بھی پہنچاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، وہ جہنم میں جائے گی، اور کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں عورت فرض نمازیں پڑھتی ہے اور پنیر صدقہ کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت جنتی ہے۔(الصحیحۃ:۱۹۰)

★حسن اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا وسیلہ زبان ہے، سچ بولنے والا اور خوش گفتار انسان لوگوں کی نظر میں خوش اخلاق سمجھا جاتا ہے، اس کے برخلاف جھوٹا، چغلخور، اور بدزبان شخص بدخلق اور بد مزاج کہلاتا ہے، اسی وجہ سے محمد اکرم ﷺ نے زبان کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز(زبان) اور دونوں پیروں کے درمیان والی چیز(شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے، تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔(صحیح البخاری:۶۴۷۴)

☆حسن اخلاق کا اعلیٰ ترین معیار یہ ہے کہ: آدمی اپنے بھائی کے لئے بھی ویسی ہی چیز پسند کرے جیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن(کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے(مسلمان) بھائی کے لئے بھی ویسی ہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(صحیح البخاری:۱۳، وصحیح مسلم:۷۱)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہم تمام مسلمانوں کو دونوں جہاں کی کامیابی سے سرفراز فرمائے آمین!

تحقیق وتخریج

کیا یوم عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے؟

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ لکریم، امابعد:

محترم قارئین! یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ گذشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ دیکھیں: (صحیح مسلم: ١١٦٢) لیکن کیا یوم عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے؟ تو اس کی بابت عرض ہے کہ نہیں! اس تعلق سے جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ سخت ضعیف ہے، تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ٤٥٨ھ) فرماتے ہیں: **أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا الْأَسْفَاطِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَصِيَامِ أَلْفِ يَوْمٍ"۔**

(ترجمہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے کہ یوم عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے۔

(تخریج) شعب الایمان بتحقیق الدکتور عبد العلي: ٣١٥/٥، ح: ٣٤٨٦، و اللفظ له وفضائل الأوقات بتحقيق عدنان القيسى، ص: ٣٦١، ح: ١٨٦، والضعفاء الكبير للعقيلى بتحقيق عبد المعطى: ١٤٠/٢، تحت الترجمة: ٦٣٣۔ مختصرا۔ والمعجم الأوسط للطبرانى بتحقيق طارق و عبد المحسن: ٤٤/٧، ح: ٦٨٠٢، وشعب الإيمان بتحقيق الدكتور عبد العلي: ٣١٦/٥، ح: ٣٤٨٧، و فضائل الأوقات بتحقيق عدنان القيسى، ص: ٣٥٩، ح: ١٨٥۔ تفصيلا وغيرهم مختصرا و تفصيلا۔

(حکم حدیث) **"هذا حديث منكر و اسناده ضعيف جدا"**۔ "یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ٧٤٨ھ): **"حديث منكر"**۔ (میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی: ٢٢٦/٢، ت: ٣٥٢٠)

علامہ البانی رحمہ اللہ: **"وهذا إسناد ضعيف ومتن منكر"**۔ "یہ سند ضعیف اور متن منکر ہے"۔ (الضعيفة: ٣١٠/١١، ح: ٥١٩١)

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں تین علتیں ہیں:

(١) اَلْوَلِيْدُ بنُ مُسْلِمٍ أَبُو العَبَّاسِ الدِّمَشْقِيُّ: آپ ثقہ تو ہیں لیکن تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ (المتوفی: ٧٦١ھ): **"كذالک ويعاني التسوية أيضا"**۔ "آپ کثیر التدلیس ہیں اور تدلیس تسویہ کے بھی مرتکب ہیں"۔ (جامع التحصيل في أحكام المراسيل بتحقيق حمدى السلفى: ١١١، ت: ٥٨)

امام ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم، المعروف بابن العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ٨٢٦ھ): **"كذالک ويعاني تدليس التسوية أيضاً"**۔ (كتاب المدلسين بتحقيق رفعت و نافذ، ص: ٩٩، ت: ٦٩)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ٨٥٢ھ): **"معروف موصوف بالتدليس الشديد مع الصدق"**۔ "سچے ہونے کے ساتھ ساتھ تدلیس تسویہ کے ساتھ معروف ہیں"۔ (تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس بتحقيق عاصم بن عبدالله القريوتي، ص: ٥١، ت: ١٢٧ وقد ذكره المؤلف فى المرتبة الرابعة)

اور تدلیس تسویہ کا جو مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ سند کے ہر طبقے میں سماع کی صراحت کرے اور موصوف رحمہ اللہ نے زیر بحث روایت کی سند کے ہر طبقے میں سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

(٢) دلهم بن صالح الكندي الكوفي: یہ ضعیف راوی ہیں۔ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ٢٣٣ھ): "ضعیف"۔(تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد: ١٥٦/٢، ت:١٧٥٨)

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ(المتوفی: ٢٦٤ھ): "ضعيف الحديث"۔(أبو زرعة الرازي وجهوده في السنة النبوية: ٤٣١/٢)

امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ(المتوفی: ٣٠٧ھ): "ضعيف الحديث"۔(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمغلطائی بتحقيق عادل و اسامة: ٢٨٠/٤، ت: ١٤٧٩)

امام ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری رحمہ اللہ(المتوفی: ٣٠٧ھ): "ضعيف"۔(إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمغلطائی بتحقيق عادل و اسامة: ٢٨٠/٤، ت: ١٤٧٩، وقد نقله المؤلف من كتابه)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ٣٥٤ھ): "مُنكر الحَدِيث جدا، ينفَرد عَن الثِّقَات بِمَا لَا يشبه حَدِيث الأَثْبَات"۔ "سخت منکر الحدیث ہے، ثقات سے اس نے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جو اثبات کی روایت کے مشابہ نہیں ہیں"۔(المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم: ٢٩٤/١، ت: ٣٣١)

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ(المتوفی: ٤٥٨ھ): "ضَعِيف"۔(السنن الكبرى بتحقيق محمد عبد القادر عطا: ٢٠٢/٣، ح: ٥٤٢٢)

امام شمس الدین محمد بن احمد الحنبلی رحمہ اللہ(المتوفی: ٧٤٤ھ): "ضعيف"۔(تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق بتحقيق سامي و عبد العزيز: ٥١٩/٢، تحت الحديث: ١٢١٦)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ(المتوفی: ٨٥٢ھ): "ضعيف"۔(تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص: ٢٠١، ت: ١٨٣٠)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد: ٤٩٤/٨، ت: ١٨٠٣، وإكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمغلطائي بتحقيق عادل و اسامة: ٢٨٠/٤، ت: ١٤٧٩، وغیرہ۔

(٣) عمرو بن عبد الله السبيعي الكوفي: آپ ثقہ تو ہیں لیکن تیسرے طبقے کے مشہور مدلس بھی ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ (المتوفی: ٧٦١ھ): "تابعي مشهور بالتدليس"۔(جامع التحصيل في أحكام المراسيل بتحقيق حمدی السلفی: ١٠٨، ت: ٣٩)

امام ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم، المعروف بابن العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ٨٢٦ھ): "مشهور بالتدليس"۔(كتاب المدلسين بتحقيق رفعت و نافذ، ص: ٧٧، ت: ٤٧)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ٨٥٢ھ): "مشهور بالتدليس وهو تابعي ثقة"۔ "تدلیس میں مشہور ہیں اور ثقہ تابعی ہیں"۔(تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس بتحقيق عاصم بن عبد الله القريوتي، ص: ٤٢، ت: ٩١، وقد ذكره المؤلف في المرتبة الثالثة)

اور روایت ہذا میں انہوں نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:

(فائدہ نمبر:١) زیر بحث روایت تفصیلاً اور مختصراً دو طرح سے ایک ہی سند کے ساتھ مروی ہے۔

(فائدہ نمبر:٢) امام طبرانی رحمہ اللہ زیر بحث روایت کو تفصیلاً نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **"لَمْ يَرْوِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ إِلَّا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ، وَلَا عَنْ دَلْهَمٍ إِلَّا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، تَفَرَّدَ بِهِ: الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ"**۔ "اس حدیث کو ابو اسحاق سے صرف دلہم بن صالح نے روایت کیا ہے اور دلہم سے صرف سلیمان بن موسیٰ نے اور ولید بن مسلم اس حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہیں"۔ (المعجم الأوسط للطبراني بتحقيق طارق و عبد المحسن: ٤٤/٧، ح: ٦٨٠٢)

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:١) امام منذری رحمہ اللہ روایت ہذا کو تفصیلاً نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **"رواه الطبراني في "الأوسط" بإسناد حسن"**۔ "اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الاوسط میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے"۔(ضَعيف التَرغيب وَالتَرهيب للالباني: ٣١٠/١، ح: ٦١٠)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کا یہ حکم صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے، تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی حوالہ مذکور میں اس پر تعاقب کیا ہے۔

(تنبیہ نمبر:٢) فضائل الاوقات للبیہقی کی تفصیلی روایت میں: **"كَانَ يَعْدِلُهُ بِصَوْمِ أَلْفِ عَامٍ؟"** لکھا ہوا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، صحیح: **"كَانَ يَعْدِلُهُ بِصَوْمِ أَلْفِ يَوْمٍ؟"** ہے۔

تحقیق وتخریج

عیدین کی شب خصوصی عبادت سے متعلق جملہ روایات کا تحقیقی جائزہ

(دوسری قسط)

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

(۴) سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کی روایتیں:

(پہلی روایت) امام ابو القاسم علی بن الحسن، المعروف با بن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الفتح نصر الله بن محمد، حدثنا نصر بن إبراهيم، أنبأنا أبو سعيد بندار بن عمر الروياني، أنبأنا أبو محمد عبد الله بن جعفر الخبازي، أنبأ أبو علي الحسن بن علي بن محمد بن بشار الزاهد بهمذان قراءة عليه من أصل سماعه، أنبأنا علي بن محمد القزويني، حدثنا إبراهيم بن محمد بن برة الصنعاني، حدثنا عبد القدوس، حدثنا إبراهيم بن أبي يحيى، عن أبي قعنب، عن ابي أمامة الباهلي، قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم): "خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة: أول ليلة من رجب، وليلة النصف من شعبان، وليلة الجمعة، وليلة الفطر، وليلة النحر"۔

(ترجمہ) سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء رد نہیں ہوتی:

(۱) رجب کی پہلی رات۔
(۲) نصف شعبان کی رات۔
(۳) جمعہ کی رات۔
(۴) عید الفطر کی رات۔
(۵) عید الاضحیٰ کی رات۔

(تخریج) تاریخ دمشق لابن عساکر بتحقیق عمرو بن غرامة العمروي: ۴۰۸/۱۰، ت: ۹۶۸، وأحاديث أبي عمران موسى بن هارون البزاز - مخطوط، ص: ۱۰۸، ح: ۱۱۱۔

(حکم حدیث) "هذا حديث موضوع بلا شک"۔ "یہ حدیث بلاشبہ موضوع ہے"۔

علامہ البانی رحمہ اللہ: "موضوع"۔ (الضعيفة: ۲۴۹/۳، ح: ۱۴۵۲)

(موضوع ہونے کی وجہ) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) إبْرَاهِيم بن مُحَمَّد بن أَبي يحيى - واسمه سمعان - الأَسلمي: یہ متروک الحدیث اور کذاب راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ): "تركه ابنُ المبارك، والناس"۔ "امام ابن المبارک رحمہ اللہ اور دوسرے لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے"۔ (التاریخ الکبیر بحواشي محمود خليل: ۳۲۳/۱، ت: ۱۰۱۳)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): "ضعيف الحديث، ضعيف الدين، رافضي، قدري"۔ "یہ ضعیف الحدیث، ضعیف الدین، رافضی اور قدری ہے"۔ (سؤالات السلمي للدارقطني بتحقيق فريق من الباحثين، ص: ۹۰، ت: ۱۱) "**متروك الحديث**"۔ (سنن الدارقطني بتحقيق الارنؤوط ورفقائه: ۱۵۶/۴، ح: ۳۲۵۹)

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ): "متروك الحديث مدني"۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقيق محمود إبراهيم زايد، ص: ۱۱، ت: ۵)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ): "كَانَ يرى الْقدر ترك حَدِيثه لكذبه ووهائه لَا لفساد مذْهبه"۔ "یہ قدری تھا، اس کی حدیث اس کے جھوٹ

اورضعف کی وجہ سے ترک کردی گئی تھی نہ کہ اس کے مذہب کے فساد کی وجہ سے"۔ (الضعفاء بتحقیق فاروق حمادة، ص:۵۶، ت:۱)

امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی، المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰ھ): "وَكَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ. تُرِكَ حَدِيثُهُ لَيسَ يُكْتَبُ"۔ "یہ کثیر الحدیث تھا، اس کی حدیث ترک کر دی گئی تھی لکھی نہیں جائے گی"۔ (الطبقات الکبری بتحقیق محمد عبد القادر :۴۹۳/۵، ت:۱۴۴۶)

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ): "کان کذابا وکان رافضیا"۔ "یہ رافضی اور کذاب تھا"۔ (تاریخ ابن معین (روایة الدوری) بتحقیق احمد محمد:۱۶۵/۳، ت:۷۲۱)

امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): "کذاب متروک الحدیث، ترک ابن المبارک حدیثه"۔ "یہ کذاب متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث کو امام ابن المبارک رحمہ اللہ نے ترک کردیا ہے"۔ (الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی :۱۲۶/۲، ت:۳۹۰)

امام ابو الحسن علی بن عبد اللہ المدینی البصری رحمہ اللہ (المتوفی :۲۳۴ھ): "كَذَّاب"۔ (سؤالات محمد بن عثمان بن أبي شيبة لعلي بن المديني ،ص: ۱۲۴، ت:۱۵۳)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تھذیب الکمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۱۸۹/۱،۵۷ و غیرہ۔

(۲) أبو قعنب: اس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لم اعرفه"۔ "میں اس کو جرح وتعدیل کے اعتبار سے نہیں جانتا ہوں"۔ (الضعیفة:۲۴۹/۳)

(فائدہ نمبر :۱) زیر بحث روایت کی سند میں اور بھی علتیں ہیں لیکن انہیں نظر انداز کیا جارہا ہے۔

(فائدہ نمبر :۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ التلخیص الحبیر میں رقم طراز ہیں :"وفيه حديث ذكره صاحب "مسند الفردوس "من طريق إبراهيم بن أبي يحيى، عن أبي معشر، عن أبي أمامة هو ابن سهل مرفوعاً نحوه"۔ "اس سلسلے میں (یعنی پانچ راتوں میں دعاء مانگنا مستحب ہے) ایک حدیث ہے جس کو صاحب مسند الفردوس نے ابراہیم بن ابی یحییٰ عن ابی معشر عن ابی امامہ بن سہل کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے"۔ (التلخیص الحبیر بتحقیق الدکتور محمد الثانی: ۱۰۷۳/۳)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اس سند میں بھی ابراہیم الاسلمی الکذاب موجود ہے، نیز نجیح ابومعشر المدنی بھی موجود ہیں جو کہ ضعیف راوی ہیں۔دیکھیں:(تھذیب الکمال للمزی بتحقیق الدکتور بشار عواد: ۳۲۲/۲۹، ت:۶۳۸۶ و غیرہ)

(دوسری روایت) امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أنبأنا محمد بن ناصر، أنبأنا محمد بن علي بن ميمون، أنبأنا أبو عبد الله محمد بن علي بن عبد الرحمن، أنبأنا محمد بن علي بن الحسين بن أبي الجراح القطواني، أنبأنا أبي، حدثنا إسحاق بن أحمد بن عبد الله، حدثنا أحمد بن محمد بن غالب، حدثنا الوليد بن مسلم، عن عبد الرحمن بن يزيد، عن القاسم بن عبد الرحمن، عن أبي أمامة الباهلي قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى ليلة النحر ركعتين يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب خمس عشرة مرة وقل هو الله أحد خمس عشرة مرة وقل أعوذ برب الفلق خمس عشرة مرة وقل أعوذ برب الناس خمس عشرة مرة، فإذا سلم قرأ آية الكرسي ثلاث مرات ويستغفر الله خمس عشرة مرة، جعل الله اسمه في أصحاب الجنة وغفر له ذنوب السر وذنوب العلانية وكتب له بكل آية قرأها حجة وعمرة، وكأنما أعتق ستين رقبة من ولد إسماعيل، فإن مات فيما بينه وبين الجمعة الأخرى مات شهيدا"۔

(ترجمہ) سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عیدالاضحیٰ کی رات دو رکعت نماز پڑھی (اس طرح سے کہ) ہر رکعت میں پندرہ (۱۵) بار سورۃ الفاتحہ، پندرہ (۱۵) بار سورۃ الاخلاص، پندرہ (۱۵) بار سورۃ الفلق اور پندرہ (۱۵) بار سورۃ الناس پڑھے، جب سلام پھیر دے تو آیۃ الکرسی تین بار اور پندرہ (۱۵) بار بخشش طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت والوں میں سے کر دیتا ہے، اس کے پوشیدہ اور علانیہ گناہ کو بخش دیتا ہے، ہر آیت کے بدلے جو اس نے (نماز میں) پڑھی ہے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے گویا کہ اس نے اولاد اسماعیل میں سے ساٹھ (۶۰) غلام آزاد کردیا ہے، اگر وہ اس دن سے لیکر آنے والے جمعہ کے درمیان میں مرگیا تو وہ شہید

کی موت مرے گا۔

(تخریج) الموضوعات بتحقیق عبد الرحمن محمد عثمان: ۱۳۴/۲۔

(حکم حدیث) ''هذا حديث موضوع من غير شك ولا ريبة''۔ ''یہ حدیث بلاشبہ موضوع ہے''۔

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۹۷ھ): ''هذا حديث لا يصح''۔ ''یہ حدیث ثابت نہیں ہے''۔

(موضوع ہونے کی وجہ) روایت ہذا کی سند میں ''أحمد بن محمد بن غالب، غلام الخليل'' ہے جو کہ کذاب ووضاع ہے۔

ائمۂ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ):

سمعت أبا عبد الله النهاوندي بحران في مجلس أبي عروبة يقول: قلت لغلام الخليل: ''هذه الأحاديث الرقائق التي تحدث بها؟ قال: وضعناها لنرقق بها قلوب العامة''۔

''میں نے مقام حران میں، امام ابو عروبہ- رحمہ اللہ- کی مجلس میں ابو عبد اللہ النہاوندی -رحمہ اللہ- کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خلیل کے غلام سے کہا: ''یہ رقائق کی جو احادیث ہیں، اس کو آپ بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ان تمام احادیث کو ہم نے عوام کے دلوں کو نرم کرنے کے لئے گھڑا ہے''۔ (الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه: ۳۲۲/۱، ت: ۳۸)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): ''يضع الحديث، متروك''، ''متروک الحدیث ہے اور حدیث گھڑتا تھا''۔ (سؤالات الحاكم النيسابوري للدارقطني بتحقيق الدكتور موفق بن عبد الله، ص: ۸۹، ت: ۱۵) ''كذاب متروك''۔ ''کذاب اور متروک ہے''۔ (سؤالات السلمي للدارقطني بتحقيق فريق من الباحثين، ص: ۱۲۷، ت: ۴۲)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): ''كذّاب''۔ (تلخيص كتاب الموضوعات للذهبي بتحقيق أبو تميم ياسر، ص: ۱۸۷، ح: ۴۴۲، و سير أعلام النبلاء بتحقيق مجموعة من المحققين: ۲۸۲/۱۳، ت: ۱۳۶)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تاريخ بغداد للبغدادي بتحقيق الدكتور بشار عواد: ۲۴۵/۶، ت: ۲۷۳۵، و لسان الميزان للحافظ بتحقيق ابي غدة: ۲۱۷/۱، ت: ۶۷۶، وغیرہ۔

(تیسری روایت) امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، المعروف بابن ماجہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۳ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْمَرَّارُ بْنُ حَمُّويَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ''۔

(ترجمہ) سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عیدین کی رات اجر و ثواب کی نیت کرتے ہوئے قیام کیا تو اس دن اس کا دل نہیں مرے گا جس دن دلوں کی وفات ہو جائے گی۔

(تخریج) سنن ابن ماجه بتحقيق شعيب الارنوؤط ورفقائه: ۲۵۸/۲، ح: ۱۷۸۲۔

(حکم حدیث) ''هذا حديث موضوع و اسناده ضعيف مضطرب''۔ ''یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند ضعیف اور مضطرب ہے''۔

علامہ البانی رحمہ اللہ: ''موضوع''۔ (في تحقيق ابن ماجة، ح: ۱۷۸۲)

(سبب) روایت ہذا کی سند میں ''بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ صَائِدٍ الْحِمْيَرِيُّ'' ہیں جو کہ ثقہ صدوق راوی تو ہیں لیکن مجہول، ضعیف، متروک اور کذاب راویوں سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): ''ثقة في نفسه، لكنه يدلس عن الكذابين''۔ ''فی نفسہ ثقہ ہیں لیکن کذاب راویوں سے تدلیس کرتے تھے''۔ (ديوان الضعفاء بتحقيق حماد الأنصاري، ص: ۵۰، ت: ۲۱۹) ''ثقة في نفسه، يأتي بالعجائب عن المتروكين والمجهولين ويدلس الأسماء ويغرب كثيراً عن الثقات''۔ ''فی نفسہ ثقہ ہیں، متروکین اور مجہولین سے عجیب عجیب روایتیں بیان کی ہیں، ناموں میں تدلیس کرتے تھے اور ثقات سے بکثرت غریب روایتیں بیان کی ہیں''۔ (ذيل ديوان الضعفاء والمتروكين بتحقيق حماد بن محمد الأنصاري

،ص:۲۵،ت:۸۱)"وثقه الجمهور فيما سمعه من الثقات"۔"جمہور ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے ان حدیثوں میں جو انہوں نے ثقات سے براہ راست سنی ہیں"۔ (الكاشف بتحقيق محمد عوامة وغيره: ۱/۲۷۳،ت:۶۱۹)

امام ابوسعید صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۱ھ): "مشهور به(بالتدليس) مكثر له عن الضعفاء يعاني التسوية"۔ "آپ تدلیس تسویہ میں مشہور تھے، ضعیف راویوں سے زیادہ تدلیس کرتے تھے"۔(جامع التحصيل في أحكام المراسيل بتحقيق حمدي السلفي:۱۰۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ):"صدوق كثير التدليس عن الضعفاء"۔"صدوق ہیں ضعیف راویوں سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے"۔(تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة ،ص:۱۲۶،ت:۷۳۴)

"وكان كثير التدليس عن الضعفاء والمجهولين"۔ "آپ ضعفاء اور مجہولین سے کثرت سے تدلیس کرتے تھے"۔ (تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس بتحقيق الدكتور عاصم، ص:۴۹،ت:۱۱۷)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد:۴/۱۹۲،ت:۷۳۸،و غيره۔

روایت ہذا میں بقیہ نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

رہا مسئلہ سند میں اضطراب کا تو وہ اس طرح ہے:

روایت ہذا کو ثور بن یزید رحمہ اللہ سے (۴) چار لوگوں نے روایت کیا ہے:

(۱) عمر بن ہارون البلخی۔

یہ متروک الحدیث اور کذاب راوی ہے۔اس نے روایت کو تین طرح سے روایت کیا ہے:

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔ دیکھیں: المعجم الأوسط بتحقيق طارق و عبد المحسن:۱/۵۷، ح:۱۵۹۔

سیدنا ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً۔ دیکھیں: الترغيب والترهيب للاصبهاني بتحقيق أيمن بن صالح بن شعبان:۱/۲۸۲،ح:۳۲۳۔

تیسری صورت آگے آرہی ہے۔

(۲) ابراہیم بن محمد الاسلمی۔

یہ بھی متروک اور کذاب راوی ہے۔

اس نے روایت ہذا کو سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔ دیکھیں: الأم:۱/۲۶۴،الناشر:دار المعرفة- بيروت۔

(۳) جریر بن عبدالحمید الضبی۔

یہ ثقہ راوی ہیں۔ انہوں نے روایت ہذا کو ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

پھر جریر الضبی سے کئی لوگوں نے اسے موقوفاً ہی بیان کیا ہے لیکن عمر بن ہارون نے اسے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کر دیا ہے جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے غیر درست قرار دیا ہے۔ دیکھیں: العلل الواردة في الأحاديث النبوية بتحقيق محمد بن صالح:۱۲/۲۶۹،رقم السؤال:۲۷۰۳۔

(۴) بشر بن رافع الحارثی۔

یہ ضعیف منکر الحدیث راوی ہے۔ دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد:۴/۱۱۸، ت،۶۹۸۔

اس نے روایت ہذا کو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ دیکھیں: التلخيص الحبير بتحقيق الدكتور محمد الثاني:۳/۱۰۷۲،ح:۲۱۲۱۔

رہا مسئلہ حدیث کے موضوع ہونے کا تو:

اس کی وجہ یہ ہے کہ زیر بحث روایت کو عمر بن ہارون البلخی اور بقیہ بن ولید دونوں نے ثور سے روایت کیا ہے لیکن بقیہ نے ثور سے روایت کرتے ہوئے سماع کی صراحت نہیں کی ہے اور بقیہ متروک اور کذاب راویوں سے تدلیس کرتے تھے جیسا کہ ائمہ کرام نے بیان کیا ہے۔ اس وجہ سے موضع ہذا میں اس بات کی قوی امید ہے کہ بقیہ نے زیر بحث روایت عمر بن ہارون سے ہی سنی ہو پھر ابن ہارون کو ساقط کر کے ڈائریکٹ ثور بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کر دیا ہو۔

اور اسی طرح کی بات علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے۔ دیکھیں:(الضعيفة:۲/۱۱،ح:۵۲۱)

اب عمر بن ہارون البلخی کی روایت پر تفصیلی بحث پیش خدمت ہے:

امام ابوالقاسم اسماعیل بن احمد، الملقب بقوام السنۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۵۳۵ھ) فرماتے ہیں: **أخبرنا محمد بن أحمد**

بن هارون، أنا أبو بكر بن مردويه، ثنا أحمد بن محمد عثمان الصيدلاني الكوفي، ثنا المنذر بن محمد بن المنذر، ثنا أحمد بن موسى الأسدي، ثنا عمر بن هارون البلخي، عن ثور بن يزيد، عن خالد بن معدان، عن أبي أمامة الباهلي -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أحيا ليلتي العيد إيماناً و احتساباً، لم يمت قلبه حين تموت القلوب"۔

(ترجمہ) سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایمان کی حالت میں اور اجر و ثواب کی نیت کرتے ہوئے عیدین کی رات (عبادت کرتے ہوئے) بیدار رہتا ہے تو اس کا دل نہیں مرے گا جب دل مرجائیں گے۔

(تخریج) الترغیب والترھیب للاصبھانی بتحقیق أیمن بن صالح بن شعبان: ۱/۲۴۸، ح: ۳۷۳، و ترتیب الأمالي الخمیسیة للشجري بتحقیق محمد حسن محمد: ۲/۲۹، ح: ۱۶۱۷۔

(حکم حدیث) "هذا حدیث موضوع"۔ "یہ حدیث موضوع ہے"۔

علامہ البانی رحمہ اللہ: "موضوع"۔ (الضعیفة: ۱۱/ ۲۲۸، ح: ۵۱۶۳)

(موضوع ھونے کی وجہ) روایت ہذا میں "عُمَرُ بنُ هَارُوْنَ بنِ یَزِیْدَ بنِ جَابِرِ بنِ سَلَمَةَ الثَّقَفِيُّ" ہے جو کہ متروک اور کذاب راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابراہیم بن موسیٰ بن یزید ابواسحاق الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۲۰ھ): "الناس تركوا حديثه"۔ "لوگوں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے"۔ (الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۶/۱۴۱، ت: ۷۶۵ و اسنادہ صحیح)

امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی، المعروف با بن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ): "وقد كتب الناس عنه كتاباً كبيراً و تركوا حديثه"۔ "لوگوں نے اس سے بڑی کتاب لکھی ہے اور اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے"۔ (الطبقات الکبری بتحقیق محمد عبد القادر: ۷/۲۶۴، ت: ۳۶۴۹)

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): "كذاب"۔ "یہ کذاب ہے"۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۶/۱۴۱، ت: ۷۶۵، و اسنادہ صحیح) "لیس بشئ"۔ (المصدر السابق، و اسنادہ صحیح ایضا)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ): "متروك الحديث بصري"۔ (الضعفاء و المتروکون بتحقیق محمود إبراهیم زاید، ص: ۸۴، ت: ۴۷۵)

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ): "وَكَانَ مِمَّنْ يَرْوِي عَنِ الثِّقَاتِ المعضلات ويدعي شُيُوخًا لم يرهم"۔ "یہ ثقات سے معضل روایتیں بیان کرتا تھا اور ایسے لوگوں کو اپنا شیخ کہتا تھا جن کو اس نے دیکھا بھی نہیں ہے"۔ (المجروحین بتحقیق محمود إبراهیم: ۲/۹۰، ت: ۶۵۵)

امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ): "عَنِ ابن جريج وَالْأَوْزَاعِيِّ وَشعْبَةَ الْمَنَاكِير، لَا شَيْء"۔ "اس نے امام ابن جریج، امام اوزاعی اور امام شعبہ رحمہم اللہ سے منکر روایتیں بیان کی ہیں۔ یہ کچھ نہیں ہے"۔ (الضعفاء بتحقیق فاروق حمادة، ص: ۱۱۳، ت: ۱۵۲)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "تركوه"۔ "محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے"۔ (العبر في خبر من غبر بتحقیق محمد السعید بن بسیوني زغلول: ۱/۲۴۶) "واه، اتهمه بعضهم"۔ "سخت ضعیف ہے، بعض محدثین نے اسے متہم قرار دیا ہے"۔ (الکاشف بتحقیق محمد عوامة وغیرہ: ۲/۷۰، ت: ۴۱۱۸) "تَرَكُوهُ، وَكذبه بَعضهم"۔ "محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے کذاب کہا ہے"۔ (المغني في الضعفاء بتحقیق الدکتور نور الدین: ۲/۴۷۵، ت: ۴۵۲۸)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "متروك وكان حافظا"۔ "متروک اور حافظ تھا"۔ (تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة، ص: ۴۱۷، ت: ۴۹۷۹)

تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذیب الکمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۲۱/۵۲۰، ت: ۴۳۱۷، و تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد: ۱۳/۱۵، ت: ۵۸۵۲، و إكمال تهذیب الکمال في أسماء الرجال للمغلطائي بتحقیق عادل و اسامة، ت: ۴۰۴۸، وغیرهم۔

(تنبیہ بلیغ) امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر البوصیری رحمہ

اللہ (المتوفی: ۸۴۰ھ) بقیہ بن ولید کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"هٰذَا إِسْنَاد ضَعِيف لتدليس بَقِيَّة وَرُوَاته ثِقَات لٰكِن لم ينفَرد بِهِ بَقِيَّة عَن ثَوْر بن يزِيد فقد رَوَاهُ الْأَصْبَهَانِيّ فِي كتاب التَّرْغِيب من طَرِيق عمر بن هَارُون الْبَلْخِي وَهُوَ ضَعِيف عَن ثَوْر بِهِ وَله شَاهد من حَدِيث عبَادَة بن الصَّامِت رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي الْأَوْسَط وَالْكَبِير والأصبهاني من حَدِيث معَاذ بن جبل فيقوى بِمَجْمُوع طرقه"۔ "یہ سند بقیہ بن ولید کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں لیکن بقیہ ثور سے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ عمر بن ہارون البلخی -جو کہ ضعیف ہے- نے بھی ثور سے روایت کیا ہے جس کی تخریج امام اصبہانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں کی ہے۔ اور عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی شاہد ہے جسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس کی شاہد ہے جسے امام اصبہانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے لہٰذا یہ اپنے مجموع طرق کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے"۔ (مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ بتحقیق محمد المنتقی الکشناوی: ۸۵/۲، ح: ۶۴۴)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ:

اس روایت کو بیان کرنے میں عمر بن ہارون البلخی منفرد ہے نہ کہ بقیہ، بقیہ نے تو اس روایت میں تدلیس کی ہے۔

عمر بن ہارون البلخی یہ ضعیف نہیں بلکہ متروک اور کذاب راوی ہے۔ **کما مضی تفصیلا.**

عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت موضوع ہے -کما مر آنفا- لہٰذا شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ نیز اسے -میرے علم کی حد تک- امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الکبیر میں روایت نہیں کیا ہے۔ واللہ اعلم.

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت بھی شاہد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ اس کی سند بھی سخت ضعیف اور منقطع ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ لہٰذا زیر بحث روایت قوی نہیں ہے۔

امام محمد بن مفلح المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۳ھ) فرماتے ہیں: "رِوَايَةُ بَقِيَّةَ عَنْ أَهْلِ بَلَدِهِ جَيِّدَةٌ، وَهُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى"۔ "بقیہ کی اپنے شہر والوں سے روایت اچھی ہے اور یہ حدیث ان شاء اللہ حسن ہے"۔ (کتاب الفروع بتحقیق عبد اللہ الترکی: ۴۰۸/۲)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ یہ حکم درست نہیں ہے جیسا کہ تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔

(۵) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَالِدِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ: نا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: نا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ رَجُلٍ وَهُوَ: عُمَرُ بْنُ هَارُونَ الْبَلْخِيُّ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَلَّى لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ"۔

لَمْ يَرْوِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَوْرٍ إِلَّا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ، تَفَرَّدَ بِهِ: جَرِيرٌ۔

(ترجمہ) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عیدین کی دونوں راتوں کو نماز پڑھی تو جس دن دلوں کو موت آئے گی، اس دن اس کا دل نہیں مرے گا۔

(امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس حدیث کو ثور سے صرف عمر بن ہارون نے روایت کیا ہے، جریر بن عبد الحمید اس کو بیان کرنے میں منفرد ہے۔

(تخریج) المعجم الأوسط بتحقیق طارق و عبد المحسن: ۵۷/۱، ح: ۱۵۹، وترتیب الأمالی الخمیسیۃ للشجری بتحقیق محمد حسن محمد: ۷۳/۲، ح: ۱۶۳۶۔

(حکم حدیث) "هذا حديث موضوع مضطرب الاسناد"۔ "یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے"۔

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "هذا حديث غريب، مضطرب الاسناد و عمرو بن هارون ضعيف وقد خولف في صحابيه وفي رفعه"۔ "یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے۔ عمر بن ہارون ضعیف ہے، اس حدیث کے صحابی میں اور اس کے مرفوع ہونے

میں اس کی مخالفت کی گئی ہے"۔(الفتوحات الربانیۃ بتحقیق عبد المنعم خلیل: ۱۶۴/۴)

علامہ البانی رحمہ اللہ: "موضوع"۔(الضعیفۃ: ۱۱/۲، ح: ۵۲۰)

(**سبب**) روایت ہذا میں "عُمَرُ بنُ هَارُوْنَ بنِ يَزِيْدَ بنِ جَابِرِ الثَّقَفِيُّ" ہے جو کہ متروک اور کذاب راوی ہے جیسا کہ اس کی بابت ائمہ کرام کے اقوال گزر چکے ہیں۔

اضطراب کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

(**تنبیہ**) الفتوحات الربانیہ میں عمرو بن ہارون لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، صحیح عمر بن ہارون ہے۔

(۲) سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی روایت:

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن محمد بن إسحاق قال: حدثنا أحمد بن كعب الواسطي، حدثنا محمد بن عبد الوهاب بن مرزوق الواسطي، حدثنا سعيد بن عيسى، حدثنا مالك، عن هشام بن عروة، عن عمرة، عن عائشة مرفوعا: "ينسخ الله في أربع ليال الآجال والأرزاق: في ليلة النصف من شعبان والأضحى والفطر وليلة عرفة"۔

(**ترجمہ**) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چار راتوں میں رزق اور عمریں مقدر فرماتا ہے:

(۱) نصف شعبان کی رات میں۔
(۲) عید الاضحی کی رات میں۔
(۳) عید الفطر کی رات میں۔
(۴) عرفہ کی رات میں۔

(**تخریج**) غرائب مالک بحوالہ لسان المیزان بتحقیق ابی غدۃ: ۵۸۲/۱، ت: ۷۱۵۔

(**حکم حدیث**) "اسنادہ ضعیف جدا"۔ "اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ: "لا یصح"۔ "یہ حدیث ثابت نہیں ہے"۔

(**وجہ ضعف**) راویت ہذا کی سند میں تین علتیں ہیں:

(۱) سعيد بن عيسى بن معن المكي۔

(۲) محمد بن عبد الوهاب بن مرزوق الواسطي۔

(۳) أحمد بن محمد بن صالح بن كعب أبو الحسن الذَّرَّاع الواسطي۔

مذکورہ تینوں راوی ضعیف ہیں۔

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) زیر بحث روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "لا يصح ومن دون مالك ضعفاء"۔ "یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور امام مالک سے نیچے جتنے راوی ہیں سب ضعیف ہیں"۔(غرائب مالک بحوالہ لسان المیزان بتحقیق ابی غدۃ: ۵۸۲/۱، ت: ۷۱۵)

نیز ابن کعب الواسطی کے لئے دیکھیں: إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني، ص: ۱۶۴، ت: ۱۸۴۔

(**فائدہ**) امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شیخ ثقہ ہیں جیسا کہ خود امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ دیکھیں: الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني، ص: ۱۱۴، ت: ۷۵۔

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(**تنبیہ نمبر: ۱**) الفردوس بماثور الخطاب کے محقق فرماتے ہیں: "اسناد هذا الحديث في زهر الفردوس: ۲۷۰/۴، قال اخبرنا بنجير، اخبرنا جعفر الابهري، حدثنا محمد بن المظفر، حدثنا أحمد بن كعب الواسطي، حدثنا سعيد بن عبده ابن معن، حدثنا مالك بن انس، عن هشام بن عروة، عن عمرة، عن عائشة مرفوعا"۔ "اس حدیث کی سند زہر الفردوس میں اس طرح ہے:۔۔۔"۔(۲۷۴/۵، تحت الحدیث: ۸۱۶۵)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ لسان المیزان میں رقمطراز ہیں:

"وأخرج الخطيب في الرواة عن مالك من طريق أبي الحسين بن المظفر والدارقطني في "غرائب مالك"، حدثنا أحمد بن محمد بن إسحاق قالا: حدثنا أحمد بن كعب الواسطي، حدثنا محمد بن عبد الوهاب بن مرزوق الواسطي، حدثنا سعيد بن عيسى، حدثنا مالك، عن هشام بن عروة، عن عمرة، عن عائشة مرفوعا"۔(لسان المیزان بتحقیق ابی غدۃ: ۵۸۲/۱، ت: ۷۱۵)

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زہر الفردوس میں جو سند ہے

اس میں ابن کعب الواسطی اور ابن معن کے درمیان میں سے محمد الواسطی ساقط ہوگیا ہے۔

(تنبیه نمبر : ۲) الفردوس بماثور الخطاب کے محقق نے زہر الفردوس کے حوالے سے جو سند پیش کی ہے اس میں "سعید بن عبده ابن معن" ہے جبکہ غرائب مالک للدارقطنی وغیرہ میں "سعید بن عیسی" ہے۔ان کا پورا نام سعید بن عیسٰی بن معن الاشجعی المدنی ہے۔میرے علم کی حد تک کسی بھی محدث نے سعید کے والد کا نام عبدہ نہیں بتلایا ہے۔راویوں نے بعض دفعہ سعید بن معن یا سعید بن معن المدنی کہا ہے۔ دیکھیں: لسان المیزان بتحقیق ابی غدة: ۷۵/۴،ت:۳۴۸۸۔

(۷) سیدنا معاذ بن جبل رضی الله عنه کی روایت:

امام محمد بن ابو بکر عبداللہ، المعروف بابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ(المتوفی:۸۴۲ھ) فرماتے ہیں:"وقال سفیان بن زیاد البلدی، حدثنا عبدالله بن ابی علاج، حدثنا هشام بن الغاز، عن عبادة بن نسی، عن ابن غنم، عن معاذ بن جبل -رضی الله عنه- قال رسول الله ﷺ: الخیر یفرغ فی لیلة الاضحی و لیلة الفطر و لیلة النصف من شعبان و لیلة عاشوراء"۔

(ترجمه) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:عید الاضحی کی رات،عید الفطر کی رات ،نصف شعبان کی رات اور عاشوراء کی رات میں بھلائی انڈیلی جاتی ہے۔

(حواله) مجموع فیه رسائل للحافظ ابن ناصر الدین الدمشقی بتحقیق مشعل المطیری ،ص:۲۵۔ اللفظ المکرم بفضل عاشوراء المحرم۔

(حکم حدیث) "هذا حدیث موضوع"۔"یہ حدیث موضوع ہے"۔

(موضوع ہونے کی وجه) روایت ہذا کی سند میں "عبدالله بن أیوب بن أبي علاج الموصلي" ہے جو کہ کذاب اور وضاع راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ(المتوفی:۳۵۴ھ):"یروي عَن یُونُس بن یزید وَمَالک بن أنس مَا لَیسَ من أَحَادِیثهم لَا یشک المستمع لَهَا إذا کَانَ ذَالِک صناعته أَنه کَانَ یَضَعهَا"۔"اس نے یونس بن یزید اور امام مالک رحمہ اللہ سے ایسی چیزیں روایت کی ہیں جو ان کی احادیث میں سے نہیں ہیں۔جب اس فن کا انسان ان کو سنے گا تو وہ شک نہیں کرے گا کہ ان کو اس نے گھڑا تھا"۔(المجروحین بتحقیق محمود إبراهیم ۳۷/۲،ت:۵۷۰)

امام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ(المتوفی :۳۸۵ھ):"یضع الحدیث"۔"حدیث گھڑتا تھا"۔ (لسان المیزان للحافظ بتحقیق ابی غدة:۴۳۸/۴، ت:۴۱۶۷،وقد نقله المؤلف من کتابه)

امام ابو الفضل محمد بن طاہر الشیبانی ،المعروف بابن قیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷ھ):"وَعَبدُ اللهِ هٰذَا کَذَّابٌ"۔"عبداللہ یہ کذاب ہے"۔(تذکرة الحفاظ بتحقیق حمدی السلفی ،ص:۱۴۰،ح:۳۲۷)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی : ۷۴۸ھ):"متهم بالوضع کذاب،مع أنه من کبار الصالحین"۔"یہ کبار صالحین میں سے ہونے کے باوجود متہم بالوضع اور کذاب ہے"۔(میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی:۳۹۴/۲،ت:۴۲۱۷)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں:لسان المیزان للحافظ بتحقیق ابی غدة:۴۳۸/۴،ت:۴۱۶۷ وغیرہ۔

(موقوف روایتیں)

(۱) سیدنا عبد الله بن عمر رضی الله عنه کی روایت:

امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

وَفِیمَا أَنْبَأَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ إِجَازَةً، وَحَدَّثَنَا بِهِ عَنْهُ الْإِمَامُ أَبُو عُثْمَانَ إِسْمَاعِیلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْحَمِیدِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ ابْنَ الْبَیْلَمَانِيِّ یُحَدِّثُ عَنْ أَبِیهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:"خَمْسُ لَیَالٍ لَا یُرَدُّ فِیهِنَّ الدُّعَاءُ: لَیْلَةُ الْجُمُعَةِ، وَأَوَّلُ لَیْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَیْلَةُ الْعِیدِ وَلَیْلَةُ النَّحْرِ"۔

(ترجمه) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء رد نہیں ہوتی ہے:

(۱) جمعہ کی رات

(۲) رجب کی پہلی رات
(۳) نصف شعبان کی رات
(۴) عیدالفطر کی رات
(۵) عیدالاضحیٰ کی رات۔

(تخریج) شعب الإيمان للبيهقي بتحقيق الدكتور عبد العلي :۲۸۸/۵، ح:۳۴۴۰، و اللفظ له و مصنف عبد الرزاق بتحقيق حبيب الرحمن الأعظمي :۳۱۷/۴، ح:۷۹۲۷،وفضائل الأوقات له بتحقيق عدنان عبد الرحمن ، ص:۳۱۱، ح: ۱۴۹،و غيرهم۔

(حکم حدیث) "هذا حديث منكر او موضوع"۔
"یہ حدیث منکر یا موضوع ہے"۔

(منکر یا موضوع ہونے کی وجہ) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) اس میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے۔
امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے یہ حدیث کس سے سنی؟ اس کا نام نہیں لیا ہے۔

(۲) مُحَمَّد بن عَبْد الرَّحْمَن ابن البيلماني الكوفي النحوي: یہ ضعیف منکر الحدیث راوی ہے، اس نے اپنے والد سے منکر اور موضوع روایتیں بیان کی ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ):
"مُنكَرُ الحديثِ"۔(التاريخ الكبير بحواشي محمود خليل: ۱۶۳/۱، ت:۴۸۴)

امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ):"هو منكر الحديث ،ضعيف الحديث، مضطرب الحديث"۔"یہ منکر الحدیث، ضعیف الحدیث اور مضطرب الحدیث ہے"۔(الجرح و التعديل لابن ابي حاتم بتحقيق المعلمي :۳۱۱/۷، ت:۱۶۹۴)

امام ابو بکر احمد بن عمرو العتکی ، المعروف بالبزار رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۲ھ):"وَأَحَادِيثُ مُحَمدبْنِ عَبد الرَّحْمَنِ، عَن أَبِيه، عَن ابْنِ عُمَر كَثِيرَةٌ وَهِيَ كَثِيرَةُ الْمَنَاكِيرِ ۔۔۔ ضعيف الحديث عند أهل العلم"۔ "محمد بن عبدالرحمٰن کی احادیث اپنے والد سے ، وہ ابن عمر سے زیادہ ہیں اور ان میں اکثر و بیشتر منکر ہیں۔۔۔ وہ اہل علم کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے"۔(مسند البزار بتحقيق عادل بن سعد:۳۳/۱۲،ح:۵۴۱۱)

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ):"منكر الحديث"۔(الضعفاء و المتروكون بتحقيق محمود إبراهيم زايد، ص:۹۲، ت:۵۲۶)

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۲ھ):
"وَصَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ هٰذَا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ نُسْخَةٌ فِيهَا مَنَاكِيرُ وَكَذَالِكَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَ عَنْهُ بِمَنَاكِيرَ"۔ "صالح بن عبدالجبار نے ابن بیلمانی سے ایک نسخہ بیان کیا جس میں منکر روایتیں ہیں اور اسی طرح محمد بن الحارث نے بھی اس سے منکر روایتیں بیان کی ہیں"۔(الضعفاء الكبير بتحقيق عبد المعطي :۱۰۱/۴، ت:۱۶۵۴)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ):"حدث عَن أَبِيه بنسخة شَبِيها بِمِائَتي حَدِيث كلهَا مَوْضُوعَة، لَا يَجُوز الِاحْتِجَاج بِهِ، وَلَا ذكره فِي الْكتب إِلَّا عَلَى جِهَة التَّعَجُّب"۔ "اس نے اپنے والد سے تقریباً دوسو(۲۰۰) احادیث کا ایک نسخہ بیان کیا ہے، وہ سب کی سب احادیث موضوع ہیں، اس سے احتجاج کرنا اور کتابوں میں اس کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے مگر تعجب کے طور پر"۔(المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم:۲۶۴/۲، ت:۹۴۸)

امام ابواحمد بن عدي الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ):"وَكُلُّ مَا رُوِيَ عنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ فالبلاء فيه من بن الْبَيْلَمَانِيِّ، وَإِذَا رَوَى عنِ ابْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ مُحَمد بْنُ الْحَارِثِ هٰذَا فجميعا ضعيفان، مُحَمد بن الْحَارِثِ وَابْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ وَالضَّعْفُ عَلَى حَدِيثِهِمَا بَيِّنٌ"۔ "ہر وہ چیز جو ابن بیلمانی سے روایت کی گئی ہے، ان میں جو بلاء ہے وہ ابن بیلمانی کی جانب سے ہے اور جب محمد بن الحارث ابن بیلمانی سے روایت کرے تو دونوں ضعیف ہیں اور ان دونوں کی احادیث پر ضعف واضح ہے"۔(الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه:۳۸۸/۷، ت:۱۶۶۱)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۰۵ھ):"يروي عَن أَبِيه عَن ابْن عمر المعضلات"۔"اس نے اپنے والد سے ، وہ ابن عمر سے معضل روایتیں بیان کی ہیں"۔(المدخل إلى الصحيح بتحقيق الدكتور ربيع هادي: ۱۹۷/۱، ت:۱۷۴)

امام ابونعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی:

۴۳۰ھ): "منکر الحدیث"۔ (الضعفاء بتحقیق فاروق حمادۃ، ص: ۱۴۰، ت: ۲۱۶)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "ضَعَّفُوهُ"۔ "محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے"۔ (المغني في الضعفاء بتحقيق الدكتور نور الدين: ۲/۳۰۲، ت: ۵۷۲۵)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): "ضعيف وقد اتهمه ابن عدي وابن حبان"۔ "یہ ضعیف ہے، امام ابن عدی اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے متہم قرار دیا ہے"۔ (تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص: ۴۹۲، ت: ۶۰۷۶)

تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد: ۲۵/۵۹۴، ت: ۵۳۹۲، وغیرہ۔

(تنبیہ) فضائل الاوقات میں "سَمِعَ ابْنَ السَّلْمَانِيِّ" لکھا ہوا ہے اور مصنف عبد الرزاق میں "سَمِعَ الْبَيْلَمَانِيَّ" لکھا ہوا ہے، دونوں کے دونوں صحیح نہیں ہے، صحیح "سَمِعَ ابْنَ الْبَيْلَمَانِيِّ" ہے۔

(۲) سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی القرشی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيد عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: "مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْعِيد مُحْتَسِبًا، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ"۔

(ترجمہ) سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اجر وثواب کی نیت کرتے ہوئے عید کی رات قیام کیا تو جس وقت دلوں کو موت آئے گی، اس کا دل نہیں مرے گا۔

(تخریج) الأم: ۱/۲۶۴، الناشر: دار المعرفة - بيروت وشعب الإيمان بتحقيق الدكتور عبد العلي: ۵/۲۸۷، ح: ۳۴۳۸، وغيرهم۔

(حکم حدیث) **"هذا حديث موضوع بلا ريب"۔** "یہ حدیث بلا شبہ موضوع ہے"۔

(موضوع ہونے کی وجہ) روایت ہذا کی سند میں **"إِبْرَاهِيم بْن مُحَمَّد بْن أَبِي يحيى - واسمه سمعان - الأسلمي"۔** ہے جو کہ متروک الحدیث اور کذاب راوی ہے۔ اس کی بابت ائمہ کرام کے اقوال گزر چکے ہیں۔

(مقطوع روایت)

(۱) جناب خالد بن معدان رحمہ اللہ کی روایت:

امام ابو محمد الحسن بن محمد البغدادی الخلال رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ هارون المقرئ ثنا أَحْمَد بْن الْحَسَن الفقيه ثنا الْحَسَن بن عليّ ثنا سويد بن سَعِيد ثنا سَلَمة بْن مُوسَى الْأَنْصَارِيّ بالشام عن أَبِي مُوسَى الهلالي عن خَالِد بْن معدان قَالَ: خمس ليالٍ في السنة من واظب عليهن رجاء ثوابهن وتصديقًا بوعدهن أدخله الله الجنة: أول ليلة من رجب يقوم ليلها ويصوم نهارها، وليلة النصف من شعبان يقوم ليلها ويصوم نهارها، وليلة الفطر يقوم ليلها ويصوم نهارها، وليلة الأضحى يقوم ليلها ويصوم نهارها، وليلة عاشوراء يقوم ليلها ويصوم نهارها۔

(ترجمہ) جناب خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ثواب کی امید اور وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے ان پر مداومت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا:

(۱) رجب کی پہلی رات میں قیام کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا۔

(۲) نصف شعبان کی رات میں قیام کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا۔

(۳) عید الفطر کی رات میں قیام کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا۔

(۴) عید الاضحیٰ کی رات میں قیام کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا۔

(۵) عاشوراء کی رات میں قیام کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا۔

(تخریج) فضائل شهر رجب بتحقيق أبي يوسف عبد الرحمن، ص: ۷۵، ح: ۱۷۔

(حکم حدیث) **"اسناده ضعيف جدا"۔** "اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) سَلَمة بن مُوسَى الْأَنْصَارِيّ: ان کی بابت جرح و تعدیل کا کوئی کلمہ مجھے نہیں مل سکا۔

ان کے ترجمے کے لئے دیکھیں:

تاریخ دمشق لابن عساکر بتحقیق عمرو بن غرامة العمروي:۲۲/۱۳۲، ت:۲۶۲۶۔

تعجيل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة لابن حجر بتحقيق الدكتور إكرام الله:۱/۲۰۵، ت : ۴۰۸، وغیرہ۔

(۲)أَبو موسى الهلالي: یہ مجہول ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۷۷ ھ): **"مجهول"**۔(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی:۹/۴۳۸، ت:۲۱۹۷)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ): **"مجهول"**۔(المغني في الضعفاء بتحقيق الدكتور نور الدين:۲/۸۱۰، ت:۷۷۶۳)

(ليلة الجائزه والی روایت کی تحقیق)

بعض حضرات عید الفطر کی رات کو "لیلۃ الجائزہ" کہتے ہیں اور بطور دلیل درج ذیل روایت پیش کرتے ہیں لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ)فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ وَسَعْدُ الْخَيْرِ بن محمد، قَالا: نا نَصْرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْبَطِرِ قَالَ: نا أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ رِزْقَوَيْهِ قَالَ: نا عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ الدَّقَّاقُ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سِنِينٍ الْخُتُلِّيُّ قَالَ: نا الْعَلاءُ بْنُ عَمْرٍو الْخُرَاسَانِيُّ أَبُو عَمْرٍو قَالَ: نا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَكَمِ الْبَجَلِيُّ قال: أبو عمرو فَشَكَكْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَكَتَبْتُهُ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ يَزِيدَ وَكُنْتُ سَمِعْتُهُ وَالْحَسَنُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ: نا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ، عَنِ الضَّحَاكِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :۔۔۔۔۔فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ فَإِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْمَلائِكَةَ فِي كُلِّ مَلإٍ فَيَهْبِطُونَ إِلَى الأَرْضِ فَيَقُومُونَ عَلَى أَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُونَ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ جَمِيعُ مَنْ خَلَقَ اللهُ إِلا الْجِنَّ وَالإِنْسَ فَيَقُولُونَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ اخْرُجُوا إِلَى رَبٍّ كَرِيمٍ يَغْفِرِ الْعَظِيمَ۔۔۔۔

(**ترجمہ**) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:۔۔۔۔۔ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے جسے لیلۃ الجائزہ (یعنی انعام کی رات) کہا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتا ہے، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں میں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور پکارتے ہیں، ان کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت! اس کریم رب کی طرف چلو جو بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے۔۔۔

(**تخريج**) العلل المتناهية في الأحاديث الواهية بتحقيق إرشاد الحق الأثري:۲/۴۵، ح:۸۸۰، والترغيب والترهيب للاصبهانی بتحقيق أيمن بن صالح بن شعبان:۲/۳۵۸، ح:۱۷۶۸، وغيرهم۔

(**حكم حديث**) **"هذا حديث موضوع واسناده ضعيف جدا منقطع"**۔ "یہ حدیث موضوع ہے اور اس کی سند سخت ضعیف منقطع ہے"۔

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ): **"وَهٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ"**۔ "یہ حدیث ثابت نہیں ہے"۔

علامہ البانی رحمہ اللہ :"موضوع"۔(ضعيف التَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ: ۱/۳۰۰، ح:۵۹۴)

(**سبب**) روایت ہذا میں چار علتیں ہیں:

(۱) أَبُو عَمْرٍو الْعَلاءُ بْنُ عَمْرٍو الْخُرَاسَانِيُّ: راقم کو اس کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

(۲) الْحَسَنِ بْنُ يَزِيد: راقم کو اس کا بھی ترجمہ نہیں مل سکا۔

(۳) عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَكَمِ الْبَجَلِيُّ: راقم کو اس کا بھی ترجمہ نہیں مل سکا۔

(۴) الضحاک بن مزاحم الهلالي، أبو القاسم آپ ثقہ صدوق راوی ہیں لیکن آپ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ):

"ثقة مأمون" (العلل ومعرفة الرجال بتحقيق وصي الله بن محمد عباس:۲/۳۰۹، ت:۲۳۷۵)

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ): امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں: "سُئِلَ أَبُو زُرْعَةَ عَنِ الضَّحَاكِ سَمِعَ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَا، قِيلَ لَهُ: وَلَا شَيْئًا، قَالَ: وَلَا شَيْئًا"۔ "امام ابو زرعہ رحمہ اللہ سے ضحاک رحمہ اللہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ ان سے کہا گیا: کچھ بھی نہیں سنا ہے؟ فرمایا: کچھ بھی نہیں"۔ (المراسیل بتحقیق شکر اللہ نعمۃ اللہ، ص: ۹۲، ت: ۳۴۶)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ): "لم يسمع من ابن عباس ولا من أحد من الصحابة شيئا"۔ "آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کسی بھی صحابی سے کچھ نہیں سنا ہے"۔ (مشاهير علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار بتحقيق مرزوق على ابراهيم، ص: ۳۰۸، ت: ۱۵۶۲)

امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): "ثقة، لم يسمع من ابن عباس شيئا"۔ "ثقہ ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ہے"۔ (سؤالات البرقاني للدارقطني بتحقيق عبد الرحيم القشقري، ص: ۳۸، ت: ۲۳۶)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "وهو حسن الحديث"۔ "یہ حسن الحدیث ہیں"۔ (ديوان الضعفاء بتحقيق حماد الأنصاري، ص: ۱۹۸، ت: ۱۹۴۸) "وَهُوَ صَدُوقٌ فِي نَفْسِهِ"۔ "یہ فی نفسہ صدوق ہیں"۔ (سير أعلام النبلاء بتحقيق مجموعة من المحققين: ۵۹۸/۴، ت: ۲۳۸)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال للمزي بتحقيق الدكتور بشار عواد: ۲۹۱/۱۳، ت: ۲۹۲۸، و غيره۔

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(**تنبيه نمبر: ۱**) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقال ابن حبان: "لا يجوز الاحتجاج بالعلاء بن عمرو"۔ "امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علاء بن عمرو سے احتجاج نہیں کیا جائے گا"۔ (العلل المتناهية في الأحاديث الواهية بتحقيق ارشاد الحق الأثري: ۴۶/۲، ح: ۸۸۰)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ جس علاء کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ بات کہی ہے وہ "أبو محمد العلاء بن عمرو الحنفي الكوفيُّ" ہے، نہ کہ ابوعمرو الخراسانی جو سنی سے معروف ہے۔

(**تنبيه نمبر: ۲**) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال أبو حاتم الرازي: والقاسم بن الحكم مجهول"۔ "امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاسم بن الحکم مجہول ہے"۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابن الحکم کو مجہول نہیں کہا ہے بلکہ آپ نے یہ کہا کہ: "محله الصدق، يكتب حديثه، ولا يحتج به"۔ "یہ صدوق ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا"۔ (الجرح والتعديل لابن ابي حاتم بتحقيق المعلمي: ۱۰۹/۷، ت: ۶۲۹)

حماد بن سلیمان السدوسی نے قاسم بن الحکم العرنی کی متابعت کی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابو محمد عبد العزیز بن احمد الکتانی الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۶ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزْدَادَ الْفَارِسِيُّ، ثنا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَلْمُونَ الْأَنْطَرْسُوسِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي الذَّيَّالِ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمَعْرُوفُ بِالْجَوَازِلِيِّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الشَّعَّارُ، نا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، نا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ، نا هِشَامُ بْنُ الْوَلِيدِ، نا حَمَّادُ بْنُ سُلَيْمَانَ السَّدُوسِيُّ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ مُزَاحِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ ذَكَرَهُ فِي فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَقَالَ: "إِذَا كَانَ فِي لَيْلَةِ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ: لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ، فَإِذَا كَانَ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ فِي كُلِّ الْبِلَادِ۔۔۔"۔

(**تخريج**) مسلسل العيدين بتحقيق مجدي فتحي السيد، ص: ۴۰، ح: ۲۲۔

(**حكم حديث**) "هذا حديث موضوع واسناده هالك منقطع"۔

شیخ مجدی حفظہ اللہ: "حديث باطل واسناده موضوع"۔

(سبب) روایت ہذا کی سند میں علتوں کی کثرت ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) عُمَرُ بنُ دَاوُدَ بنِ سلمون، أبو حفص الأنطرطوسي الأطرابلسي: یہ متہم اور موضوع روایتیں بیان کرنے والا راوی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "متهم، يأتي بالموضوعات"۔ (ذيل ديوان الضعفاء والمتروكين بتحقيق حماد بن محمد الأنصاري، ص:۵۱، ت:۳۰۰)

نیز دیکھیں: لسان الميزان للحافظ بتحقيق ابي غدة:۶/۹۵، ت:۵۶۱۱۔

(۲) مُحَمَّدُ بنُ الْحُسَيْنِ بنِ أَبِي الذَّيَالِ الأَصْبَهَانِيُّ:

(۳) مُحَمَّدُ بنُ إِسْحَاقَ الشَّعَارُ:

راقم کو ان دونوں کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

مسلسل العیدین کے محقق ان کی بابت فرماتے ہیں: "لم اقف عليهما"۔ "میں ان دونوں سے واقف نہیں ہو سکا"۔

(۴) حَمَّادُ بنُ سُلَيْمَانَ السَّدُوسِيُّ: یہ یا تو مجہول ہے یا ان راویوں میں سے ہے جن کا ترجمہ راقم کو نہیں مل سکا۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) اپنی کتاب السنن الکبریٰ میں ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "حَمَّادُ بنُ سُلَيْمَانَ هٰذَا مَجْهُولٌ"۔ "حماد بن سلیمان مجہول ہے"۔ (السنن الكبرى بتحقيق محمد عبد القادر عطا:۱۰/۳۴، ح:۱۹۷۲۹)

انقطاع کا سبب گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

(فائدہ) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ایک روایت مروی ہے جس میں عید الفطر کے دن کو "یوم الجوائز" کہا گیا ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

امام ابو محمد عبد العزیز بن احمد الکتانی الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۶ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، أَنَا عَمِّي أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ، نا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سَعِيدٍ الْقَاضِي، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، نا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، نا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ، عَنْ بِلَالِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: "يَوْمُ الفطر يوم الجوائز، إِذ خَرَجُوا إِلَى الْمُصَلَّى أُعْطُوا جَوَائِزَهُمْ"۔

(ترجمہ) سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یوم الفطر یوم الجوائز ہے۔ جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو ان کے انعامات ان کو دیئے جاتے ہیں۔

(تخریج) مسلسل العيدين بتحقيق مجدي فتحي السيد، ص:۳۹، ح:۲۱۔

(حکم حدیث) "هذا حديث موقوف و اسناده ضعيف جدا"۔ "اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

شیخ مجدی حفظہ اللہ: "اسناده ضعيف جدا و الحديث مرسل"۔

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں دو علتیں ہیں:

(۱) أَبُو عَلِيٍّ محمد بن القاسم الدّمشقيّ: انہوں نے احمد بن علی المروزی رحمہ اللہ سے ان کی اکثر کتابوں کو روایت کیا ہے اور ان میں وہ متہم ہیں۔ ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو محمد عبد العزیز بن احمد الکتانی الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۶ھ): "حدث عن أبي بكر أحمد بن علي بن سعيد القاضي المروزي بأكثر كتبه اتهم في ذالک و ذكر أن أكثرها إجازة۔۔۔"۔ "انہوں نے ابوبکر احمد بن علی المروزی رحمہ اللہ سے ان کی اکثر کتابوں کو روایت کیا ہے، ان میں وہ متہم ہیں اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا اکثر حصہ اجازۃ ہے۔۔۔"۔ (تاريخ دمشق لابن عساكر بتحقيق عمرو بن غرامة العمروي:۵۵/۱۰۴، ت:۶۹۱۵)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "له جزء سمعناه، وقد اتهم في إكثاره عن أبي بكر أحمد بن علي"۔ "ان سے مروی ایک جزء ہے جو ہم نے سنا ہے۔ اور ابوبکر احمد بن علی سے بکثرت روایت کرنے میں اسے متہم کیا گیا ہے"۔ (ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوي:۴/۱۴، ت:۸۰۷۶)

(۲) بِلَالُ بنُ قَيْسٍ: راقم کو اس کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

مسلسل العیدین کے محقق فرماتے ہیں: "لم اقف عليه"۔ "میں اس سے واقف نہیں ہو سکا"۔

(تنبیہ) شیخ مجدی حفظہ اللہ نے زیر بحث روایت کو مرسل کہا ہے۔ اس کی وجہ میں نہیں جان سکا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے شاید شیخ کو وہم ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تحقیق وتخریج

قربانی سے متعلق ایک حدیث
”فَتِلْکَ تَمَامُ أُضْحِیَّتِکَ عِنْدَاللهِ عَزَّ وَجَلَّ“
کی تحقیق وتشریح

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين، امابعد!

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۵ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ. قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيحَةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(ترجمہ): سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اضحیٰ کے دن عید منانے کا حکم دیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے خاص کیا ہے۔ ایک آدمی نے کہا: آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اگر میں مادہ منیحہ کے علاوہ کوئی جانور نہ پاؤں تو کیا میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! لیکن (عید کے دن، نماز عید کے بعد) اپنے بال اور ناخن کاٹ لوگے، مونچھیں تراش لوگے اور زیر ناف کی صفائی کرلوگے تو اللہ کے ہاں تمہاری یہی کامل قربانی ہوگی۔

(تخریج) سنن ابی داؤد بتحقیق الارنوؤط ورفقائہ: ۴/۴۱۶، ح:۲۷۸۹، واللفظ له ومسند احمد بتحقیق الارنووط ورفقائہ: ۱۱/۱۳۹، ح:۶۵۷۵، و صحیح ابن حبان بتحقیق الارنوؤط: ۱۳/۲۳۵، ح: ۵۹۱۴، مستدرک حاکم بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا: ۴/۲۲۳، ح:۷۵۲۹، والسنن الکبری للبیهقی بتحقیق محمد عبد القادر عطا: ۹/۴۴۲، ح:۱۹۰۲۸، و غیرهم۔

(حکم حدیث) ”اسناده صحیح لا غبار علیه“۔

(مختصر تحقیق سند) روایت ہذا کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں۔

(۱) ہارون بن عبداللہ بن مروان البغدادی رحمہ اللہ: آپ ثقہ راوی ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ): **”ثقة“**۔(تسمیة مشایخ النسائی بتحقیق الشریف حاتم، ص:۵۹، ت:۸۴)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ): **”ثقة“**۔(تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة، ص:۵۶۹، ت:۷۲۳۵)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذیب الکمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد: ۳۰/۹۶، ت:۶۵۲۰، وغیره۔

(۲) عبداللہ بن یزید القرشی العدوی ابو عبدالرحمٰن المقرئ رحمہ اللہ: آپ بھی ثقہ ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابو عبداللہ محمد بن سعد البغدادی، المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰ھ): **”وكان ثقة كثير الحديث“**۔(الطبقات الکبری بتحقیق محمد عبد القادر: ۶/۴۳، ت:۱۶۵۴)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ): **”ثقة فاضل“**۔(تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة، ص:۳۳۰، ت:۳۷۱۵)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد: ۳۲۰/۱۲، ت:۳۶۶۶، وغیرہ۔

(۳) سعید بن ابی ایوب الخزاعی المصری رحمہ اللہ:
آپ بھی ثقہ ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن سعد البغدادی، المعروف بابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ): **"وکان ثقة ثبتًا"**۔ (الطبقات الكبرى بتحقيق محمد عبد القادر: ۴۳/۶، ت: ۱۶۵۴)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): **"ثقة ثبت"**۔ (تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص: ۲۳۳، ت: ۲۲۷۴)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد: ۳۴۲/۱۰، ت: ۲۲۴۱، وغیرہ۔

(۴) عیاش بن عباس القتبانی المصری رحمہ اللہ: آپ بھی ثقہ راوی ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱ھ): **"ثِقَة"**۔ (معرفة الثقات بتحقيق عبد العليم البستوي: ۱۹۷/۲، ت: ۱۴۵۴)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): **"ثقة"**۔ (تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة، ص: ۴۳۷، ت: ۵۲۶۹)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزي بتحقيق بشار عواد: ۵۵۵/۲۲، ت: ۴۶۰۰، وغیرہ۔

(۵) عیسیٰ بن ھلال الصدفی المصری رحمہ اللہ: آپ بھی ثقہ، صحیح الحدیث راوی ہیں۔
دیکھیں: راقم کا مضمون: "عیسیٰ بن ھلال الصدفی جرح و تعدیل کے میزان پر"۔

(۶) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
یہ صحابیِ رسول ہیں۔

(نتیجہ) روایت ہذا کی سند بلا شبہ **"صحیح"** ہے۔ والحمد للہ۔

روایت ھذا کو "صحیح" یا "حسن" قرار دینے والے علماء:

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ): **"صحیح"**۔ (صحیح ابن حبان)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۵ھ): **"صحیح الاسناد"**۔ (مستدرک حاکم)

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): **"ھذا حدیث صحیح"**۔ (حوالہ مذکور)

امام عبدالحق بن عبدالرحمٰن الاندلسی الاشبیلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۸۱ھ): **"صحیح"**۔ (الاحکام الوسطی: ۱۲۶/۴، بتحقیق حمدی السلفی و الصبحی السامرائی)

امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): **"ھذا حدیث صحیح"**۔ (نتائج الافکار بحوالہ عجالة الراغب المتمنی، ص: ۷۸۴)

شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ: **"اسنادہ صحیح"**۔ (فی تحقیق مسند الامام احمد: ۱۴۷/۶، ح: ۶۵۷۵)

شیخ سلیم ھلالی حفظہ اللہ: **"اسنادہ حسن"**۔ (عجالة الراغب المتمنی: ص: ۷۴۸، ح: ۶۸۷)

شیخ شعیب الارنؤوط رحمہ اللہ: **"اسنادہ صحیح"**۔ (فی تعلیق صحیح ابن حبان)

اور الموسوعۃ الحدیثیہ: (۱۳۹/۱۱، ح: ۶۵۷۵) میں **"اسنادہ حسن"** لکھا ہوا ہے۔ اس جزء کی تحقیق تین لوگوں نے کی ہے ان میں سے ایک شیخ شعیب ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ: **"اسنادہ صحیح"**۔ (فی تحقیق ابی داؤد)

شیخ حسین سلیم اسد الدارانی رحمہ اللہ: **"اسنادہ صحیح"**۔ (فی تحقیق موارد الظمآن: ۳۷۱/۳، ح: ۱۰۴۳)

شیخ نبیل بن منصور صاحب انیس الساری حفظہ اللہ: **"صحیح"**۔ (انیس الساری، المجموعۃ الاولی: ص: ۹۷۷)

شیخ مساعد بن سلیمان حفظہ اللہ: **"اسنادہ حسن"**۔ (احکام العیدین للفریابی بتحقیق الشیخ المذکور:

ص:۵۳،ح:۲)

اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:

(فائدہ نمبر:۱) روایت ہذا کو بعض ائمہ نے مکمل اور بعض نے دو حصوں میں تقسیم کر کے نقل کیا ہے۔امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی ''مسند'' میں، امام مزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں اور امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فتوح مصر'' میں مکمل نقل کیا ہے۔اور امام ابوداود، امام حاکم وغیرہ نے دو حصوں میں تقسیم کر کے نقل کیا ہے، ایک حصے کو کتاب التفسیر یا فضائل القرآن وغیرہ میں نقل کیا ہے اور ایک حصے کو کتاب الاضاحی میں نقل کیا ہے۔لہٰذا کوئی اس دھوکے میں نہ پڑے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔

(فائدہ نمبر:۲) ''منیحۃ'' اس اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جسے ایک انسان کسی دوسرے انسان کو مقررہ وقت تک اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دیتا ہے پھر فائدہ اٹھانے والا اسے واپس کر دیتا ہے۔(غریب الحدیث للخطابی بتحقیق عبد القیوم:۱/۸۹،عون المعبود: ص:۱۱۹۲،تحت الحدیث:۲۷۸۹،صحیح ابن حبان:۱۳/۲۳۶،تحت الحدیث:۵۹۱۴،وغیرہ)

اور صحابی رسول کے یہاں بطور منیحہ بکری تھی ۔ جیسا کہ مستدرک حاکم وغیرہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے ۔ (مستدرک حاکم:۴/۲۴۸)

(فائدہ نمبر:۳) نبی کریم ﷺ نے صحابی رسول ﷺ کو ''منیحہ'' کی قربانی کرنے سے کیوں منع کیا؟

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**لانہ لم یکن عندہ شئ سواھا ینتفع بہ**''۔''اس منیحہ کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور چیز فائدہ اٹھانے والی نہیں تھی''۔(عون المعبود:ص:۱۱۹۲)

شیخ عبد المحسن العباد کی شرح دیکھیں منیحہ سے مراد ان کی بکری ہی ہے کیونکہ اگر وہ مالک نہ ہوتے تو یہ سوال ہی نہ کرتے۔

(فائدہ نمبر:۴) سنن نسائی اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں :''مَنِيحَةَ أُنْثَى'' ہے۔

سنن الدارقطنی اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں:''مَنِيحَةَ أَبِي أَوْ شَاةَ أَبِي وَ أَهْلِي وَ مَنِيحَتَهُمْ'' ہے۔

مستدرک حاکم میں:''مَنِيحَةَ أُنْثَى أَوْ شَاةَ أَهْلِي أَوْ مَنِيحَتَهُمْ'' ہے۔

مسند احمد اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں:''مَنِيحَةَ ابْنِي'' ہے۔

مسند البزار میں صرف:''مَنِيحَةً'' ہے۔

اس اختلاف کے بارے میں:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**فهذا الاضطراب في ضبط هذه الجملة يدل على أن الراوي لم يحفظ الحديث جيداً، و من الظاهر أنه الصدفي. و الله أعلم**''. ''اس جملے کے ضبط میں یہ اضطراب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ راوی نے حدیث کو اچھی طرح سے یاد نہیں کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ صدفی ہے۔واللہ اعلم''۔ (ضعیف ابو داؤد:۲/۳۷۱)

شیخ ابو عبد الرحمٰن مساعد بن سلیمان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: بعض رواۃ نے اختصار کرتے ہوئے ''مَنِيحَةَ ابْنِي'' روایت کیا ہے اور بعض نے ''مَنِيحَةَ أُنْثَى'' روایت ہے اور مستدرک حاکم کی روایت کامل ہے۔واللہ اعلم.(احکام العیدین بتحقیق الشیخ المذکور:ص:۵۴)

راقم کہتا ہے کہ مذکورہ اختلاف سے حدیث کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اور نہ ہی اس کے معانی میں، نیز اس سے جو استدلال کیا جا رہا ہے اس میں بھی کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔بس مسئلہ جو رہ جاتا ہے وہ یہ کہ وہ منیحہ کس کا تھا؟ ان کے والد کا یا ان کے بیٹے کا؟

(فائدہ نمبر:۵) روایت ہذا سے ایک اہم مسئلہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، اگر وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد نماز عید ادا کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہیں کاٹتا، مونچھیں نہیں تراشتا اور زیر ناف کی صفائی بھی نہیں کرتا ہے پھر عید کی نماز ادا کرنے کے بعد مذکورہ اعمال کو انجام دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مکمل قربانی کا ثواب عطا کرتا ہے۔**والحمدللہ.**

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) کوئی یہ نہ کہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے روایت ہذا کو سہواً صحیح قرار دیا ہے کیونکہ روایت ہذا مستدرک حاکم میں دو جگہ موجود ہے۔

پہلی جگہ جب امام حاکم رحمہ اللہ نے ''**صحیح علی**

شرط الشیخین'' کا حکم لگایا تو اس پر تعاقب کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بل صحیح'' یعنی روایت ہذا شیخین کی شرط پر صحیح نہیں ہے بلکہ فقط صحیح ہے۔ دیکھیں: (مستدرک حاکم بتحقیق مصطفی عبد القادر: ۲/ ۵۳۲)

یہی چیز اس بات پر دال ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تحقیق کر کے راویت ہذا کو صحیح قرار دیا ہے نہ کہ سہواً۔

(تنبیہ نمبر:۲) علامہ البانی رحمہ اللہ نے روایت ہذا کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں: (ضعیف ابو داؤد: ۲/ ۳۷۰، ح: ۴۸۲) اور وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''عیسیٰ بن هلال الصدفی'' غیر مشہور راوی ہیں۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا صدفی رحمہ اللہ کی وجہ سے روایت ہذا کو ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ صدفی رحمہ اللہ ''**مشہور ومعروف ثقہ صحیح الحدیث**'' راوی ہیں جیسا کہ راقم نے اپنے مضمون ''**عیسیٰ بن هلال الصدفی جرح وتعدیل کے میزان پر**'' میں ثابت کیا ہے۔ نیز علامہ البانی رحمہ اللہ کے ان دوسرے اقوال کا جواب بھی دیا ہے جو انہوں نے صدفی رحمہ اللہ کے بارے میں کہی ہیں۔

رہی بات علامہ البانی رحمہ اللہ کے اس قول کی ''**اسنادہ لیس بذاک، کما قال الذهبي**'' (حوالہ مذکور)

تو اس کی بابت عرض ہے کہ میرے علم کی حد تک امام ذہبی رحمہ اللہ نے روایت ہذا پر ''**اسنادہ لیس بذاک**'' کا حکم نہیں لگایا ہے بلکہ تلخیص المستدرک میں دو جگہ روایت ہذا کو صحیح قرار دیا ہے۔

دیکھیں: (۲/ ۵۸۰، ح: ۳۹۶۴، و ۴/ ۲۴۸، ح: ۷۵۲۹، بتحقیق مصطفی عبد القادر عطا)

اور ایسا نہیں ہے کہ سہواً صحیح قرارا دیا ہے بلکہ تحقیق کر کے صحیح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں دلیل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔

پھر میں نے (ضعیف ابو داؤد: ۲/ ۲۷، تحت الحدیث: ۲۷۴) میں دیکھا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ''امام ذہبی رحمہ اللہ نے صدفی رحمہ اللہ کو ''وُثق'' کہا ہے اور اسی وجہ سے ان کی ایک حدیث جو تارک صلوٰۃ کے سلسلے میں ہے، اس پر ''**لیس اسنادہ بذاک**'' کا حکم لگایا ہے''۔

تب مجھے معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے علامہ البانی رحمہ اللہ نے راویت ہذا کی بابت ''**لیس اسنادہ بذاک کما قال الذهبي**'' کہا ہے۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا روایت ہذا پر یہ حکم لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے روایت ہذا کو بطور خاص جابجا ''**صحیح**'' قرار دیا ہے۔ کما مر آنفاً۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شکر الٰہی

اللہ کی رحمت سے ہم آج مسلماں ہیں
امت ہیں محمد کی ہم صاحب ایماں ہیں
اسلام ملا ہم کو قرآن ملا ہم کو
اس رحمت عالم کا فرمان ملا ہم کو
جو دین سے غافل ہیں وہ جاہل و ناداں ہیں
اللہ کی رحمت سے ہم آج مسلماں ہیں
توحید کی دولت سے بڑھ کر کوئی دولت کیا
ایمان کی لذت سے بڑھ کر کوئی لذت کیا
جو لذت عصیاں میں بدمست ہیں شیطاں ہیں
اللہ کی رحمت سے ہم آج مسلماں ہیں
شیطانی وساوس سے بچنا ہی شرافت ہے
نفسانی ہواؤں سے بچنا ہی شجاعت ہے
جو نفس کے بندے ہیں وہ باغئ رحماں ہیں
اللہ کی رحمت سے ہم آج مسلماں ہیں

IC کی دعوتی سرگرمیاں

اگست ۲۰۱۷ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

WhatsApp:8080807836 Website:islamsmessage.com /islamicinformationcentre

قربانی
احکام ومسائل

27.08.2017
Sunday
After Namaz-E-Magrib

شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ
(صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

Qurbani
AHKAAM WA MASAYEL
Shaikh Kifayatullah Sanabili

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070

Islamic Information Centre
FOR ANY INFORMATION ON ISLAM VISIT OUR CENTERS OR CALL & WHATSAPP
26500400/64269999
80 80 801882
Separate Arrangement For Ladies

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70
ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

WhatsApp:8080807836 Website:islamsmessage.com /islamicinformationcentre

ہفتہ واری دعوتی واصلاحی: اجتماع

عید قرباں: مقصد اور پیغام
EID-E-QURBA
MAQSAD AUR PAIGAAM
شیخ عبدالشکور عبدالحق مدنی حفظہ اللہ

قربانی: احکام ومسائل
QURBANI
AHKAAM WA MASAYEL

ان شاء اللہ بروز اتوار: ۲۷ر اگست ۲۰۱۷ء بعد نماز مغرب تا ۱۰ ربجے شب

بمقام: مدرسہ ومسجد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل حدیث ٹرسٹ، ہاتا ڑ دیو چال، نارائن نگر گھاٹ کوپر (ویسٹ) ممبئی۔ ۸۶

Islamic Information Centre
Madrasa Wa Masjid Umar Farooque (R.A) Ahle Hadees Trust
FOR ANY INFORMATION ON ISLAM
26500400/64269999
80 80 801882
Separate Arrangement For Ladies

KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai - 70
ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mum-58

1 2 3 4 5
6 7 8 9 10

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت
شیخ عبدالباری کلیم محمدی حفظہ اللہ

Ashrah Zilhijjah Ki Fazilat
Shaikh Abdul Bari Kaleem Muhammadi
Sunday 20.08.2017 After Namaz-E-Magrib

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070
26500400/64269999
80 80 801882

یک روزہ دعوتی واصلاحی اجتماع بعنوان:
اصلاح معاشرہ

عید قرباں کا پیغام ❁ شیخ حافظ شاہد اثری
عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت ❁ شیخ ابوالبیان رفعت سلفی
دعوت وتبلیغ کی ضرورت وافادیت ❁ شیخ اقبال احمد اثری
اتحاد واتفاق ❁ شیخ محمد ایوب اثری
صرف ایک تمنا ❁ شیخ عبدالرحمن طارق اثری

ان شاء اللہ بروز اتوار: ۲۰ر اگست ۲۰۱۷ء بعد نماز عصر تا عشاء

26500400/64269999
80 80 801882

یک روزہ دعوتی واصلاحی اجتماع بعنوان:
قربانی کا پیغام

قربانی کتنے دن؟ اور احکام ومسائل
QURBANI KITNE DIN ?
AUR AHKAAM WA MASAYEL

سیرت ابراہیم کے نمایاں پہلو!
SEERAT-E-IBRAHIM
KE NUMAYA PEHLU!

TIMING : 05 P.M. TO 09 P.M.

26500400/64269999
80 80 801882

Sunday 13th August 2017
After Namaz -E- Magrib Till 10 p.m.

حج تربیتی پروگرام بعنوان:
حج کیسے کریں!
حج وعمرہ کا مسنون طریقہ ومسائل

Hajj Kaise Karen !
Hajj Wa Umrah Ka Masnoon Tariqa Wa Masayel

شیخ عبدالشکور عبدالحق مدنی حفظہ اللہ

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070
26500400/64269999
80 80 801882

حج تربیتی پروگرام
HAJJ TARBIYATI PROGRAMME

حج وعمرہ کا مسنون طریقہ ومسائل
Hajj Wa Umrah Ka Masnoon Tariqa Wa Masayel
شیخ عبدالشکور عبدالحق مدنی حفظہ اللہ

حج وعمرہ کے فضائل وآداب زیارت مدینہ
Hajj Wa Umrah Ke Fazayel Wa Aadab-E-Ziyarat-E-Madina
شیخ ابوالبیان رفعت سلفی حفظہ اللہ

ان شاء اللہ بروز اتوار: ۶ر اگست ۲۰۱۷ء بعد نماز مغرب تا ۱۰ ربجے شب

26500400/64269999
80 80 801882

ہفتہ واری دعوتی واصلاحی
اجتماع

سیرت ابراہیم علیہ السلام
SEERAT-E-IBRAHIM
Alaihissalaam

شیخ حافظ محمد شاہد اثری حفظہ اللہ

Sunday 06th August 2017, After Namaz-e-Magrib

GALA NO.6, SWASTIK CHAMBERS, BELOW KURLA NURSING HOME, OPP. NOORJHAN-1, PIPE ROAD, KURLA (WEST), MUMBAI - 400070
26500400/64269999
80 80 801882

Total Pages 58

DATE OF PUBLICATION: 1ST OF EVERY MONTH
RNI NO. : MAHURD/2011/49422/ POSTAL REGISTRATION NO. :MCE/281/2016-2018
POSTED ON 4TH AND 5TH OF EVERY PREVIOUS MONTH

If Undelivered Please Return To



Ahl us Sunnah

To,

Book Post

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26 500 400 / 64269999